جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی

مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد
مرتب: محمد سلمان منصورپوری

- قرآن وحدیث میں جہنم کی منظر کشی
  نظر و فکر
- تین گناہوں سے بچئے
  درسِ حدیث
- افادات سورۂ حاقہ
  قرآنی افادات
- ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
  اولیات صحابہ
- صنف نازک کے ساتھ
  حضور ﷺ کا برتاؤ
- دسترخوانِ نبوی ﷺ
  ایک جائزہ
- حلال کمائی
  فضیلت واہمیت
- لعان کے مسائل
  کتاب المسائل

وفیات

- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ
- حضرت مولانا شیخ عبدالحفیظ مکی صاحبؒ
- وغیرہم

فروری ۲۰۱۷ء

قیمت ۳۰ روپے

عالمی خبریں: World News

ریاستی انتخابات کی گہما گہمی

ملک کے سب سے بڑے صوبہ ’’اتر پردیش‘‘ اور دیگر چار صوبوں میں ریاستی اسمبلی انتخابات کا اعلان کردیا گیا ہے، جس کے بعد ہر طرف انتخابی گہما گہمی کا ماحول ہے۔ بالخصوص یوپی کے انتخابی نتائج پر لوگوں کی زیادہ نظر ہے، جو مستقبل کا رخ طے کرنے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ یہاں ابھی تک سیکولر ووٹوں میں بکھراؤ کا شدید خطرہ ہے، ایک طرف ’’سماج وادی پارٹی‘‘ ہے، دوسری طرف ’’بی ایس پی‘‘ ہے، جب کہ ’’کانگریس‘‘ اور ’’لوک دل‘‘ بھی اپنی جگہ بنانے کے لئے تگ ودو کررہی ہیں، اور ’’مجلس اتحاد المسلمین‘‘ اور ’’پیس پارٹی‘‘ بھی میدان میں ہیں۔ اگر سیکولر ووٹ متحد نہ ہوئے تو اُس کا سیدھا فائدہ ’’بی جے پی‘‘ کو پہنچے گا، حالاں کہ نوٹ بندی کے فیصلہ کے سبب ’’بی جے پی‘‘ عوامی ناراضگی سے دوچار ہے، اِس لئے بہت ہوش مندی سے ووٹ کے استعمال کی ضرورت ہے؛ تاکہ فرقہ پرست طاقتوں کو موقع فراہم نہ ہو۔

ٹرمپ نے امریکی صدارت کا عہدہ سنبھالا

امریکہ کے نومنتخب صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے ۲۰؍جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعہ کو باقاعدہ عہدۂ صدارت کا حلف اُٹھالیا ہے۔ واضح ہو کہ امریکی انتخابات کے دوران ٹرمپ کے بہت سے بیانات متنازع رہے تھے، اور انتخاب میں کامیابی کے باوجود آج تک اُن کے خلاف دنیا کے مختلف ملکوں میں احتجاجی مظاہرے جاری ہیں۔ ٹرمپ کے سامنے خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ کے سنگین حالات ایک اہم چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں، اَب یہ آنے والا وقت ہی بتا پائے گا کہ وہ اِس سے کس طرح نمٹ پائیں گے؟

برما میں روہنگی مسلمانوں کی حالتِ زار

ملیشیا کے وزیر اعظم ’’نجیب رزاق‘‘ نے کوالالمپور میں منعقد اسلامی تعاون کی تنظیم (او، آئی، سی) کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ’’برما میں روہنگی نسل کے مسلمانوں کی حالت انتہائی قابل تشویش ہے۔ گذشتہ سال اکتوبر ۲۰۱۶ء سے اب تک دسیوں لوگ ہلاک کئے جاچکے ہیں، اور ۶۵؍ہزار سے زیادہ افراد ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں‘‘۔

یاد رہے کہ برما کے صوبہ ’’اَرکان‘‘ میں صدیوں سے بسنے والے روہنگی مسلمانوں کے بارے میں برمی حکومت یہ دعویٰ کرتی آئی ہے کہ اُن کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے، اِسی بنا پر یہ ۱۰؍لاکھ کی آبادی ناقابلِ تصور نسلی امتیاز سے دوچار ہے۔ برما کی بدھسٹ حکومت کی جارحیت پر اَقوام متحدہ کی طرف سے بھی بار بار مذمت کی جاچکی ہے، مگر حالات بدستور بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی رسالہ

ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

جلد: ۲۹

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

فروری ۲۰۱۷ء

شمارہ: ۲

بانی: حضرت مولانا رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- محمد سلمان منصورپوری (مرتب)
- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری
- محمد رضوان اُناوی

سالانہ زرتعاون: 300 روپے ❖ سالانہ زرتعاون خصوصی: 1000 روپے

سالانہ زرتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 550 ❖ اعزازی (۲۰ سال کیلئے): 5000 روپیہ

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412635154

E-Mail ID: shahi@jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

Website: www.jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت: گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد، **طابع وناشر:** عبدالناصر، **محررین:** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد شاہجہاں قاسمی، محمد رضوان قاسمی بجنوری، **نظماء توسیع واشاعت:** محمد شہزاد قاسمی، محمد اجمل قاسمی بھاگلپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد وقاد قاسمی، محمد مختار قاسمی **کمپیوٹر کتابت:** محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distrebuted at Darut Talbd Lal Bagh, Moradabad,
Editor. **Mohammad Salman** Mansoorpuri

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	معاملات کی تفصیل لکھنے میں کوتاہی نہ کرنے کا حکم		۵
نظر وفکر	قرآن وحدیث میں جہنم کی منظر کشی	محمد سلمان منصور پوری	۶
وفیات	اُستاذ الاساتذہ شیخ عبدالحق صاحبؒ	(مرتب)	۱۱
درسِ حدیث	تین گناہوں سے بچئے!	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۸
اِفاداتِ قرآنیہ	اِفادات سورۂ حاقہ	مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب	۲۴
مقالات ومضامین	اللہ کے نزدیک ہر نیک عمل	مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب	۲۹
	حلال کمائی کی فضیلت واہمیت	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۳۳
	صنفِ نازک کے ساتھ حضور ﷺ	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	۴۲
	دسترخوانِ نبویؐ؛ ایک جائزہ	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۴۹
	سیدتنا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	مولانا مفتی ابوجندل قاسمی	۵۴
کتاب المسائل	لعان کے مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۳
عالمی خبریں	ریاستی انتخابات کی گہما گہمی		۲
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کے اَسفار، واردین وصادرین، وفیات		۶۷

نورِ ہدایت:

معاملات کی تفصیل لکھنے میں کوتاہی نہ کرنے کا حکم

اِرشادِ ربانی: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ، وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ، وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (البقرۃ: ۲۸۳)

ترجمہ: ''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا تمہیں دستیاب نہ ہو، تو (اُدھار کے بدلہ میں کوئی) گروی (چیز) ہاتھ میں رکھ دینی چاہئے، پھر اگر تم میں سے ایک کا دوسرے پر اعتماد ہو تو وہ شخص جس پر اعتماد کیا گیا ہے، اُسے اپنی اَمانت اَدا کرنی چاہئے، اور یہ چاہئے کہ وہ اپنے رب اللہ سے ڈرتا رہے، اور تم گواہی کو مت چھپانا، اور جو شخص اُس کو چھپائے گا تو یقیناً اُس کا دل گنہگار رہے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے''۔

بسا اَوقات اُدھار معاملات دورانِ سفر پیش آتے ہیں، اور وہاں دستاویز لکھنے والا کوئی جانکار شخص موجود نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں شریعت نے یہ راہ نکالی ہے کہ مقروض شخص اپنے قرض کے بدلہ میں کوئی چیز قرض دہندہ کے پاس بطور رہن رکھوادے؛ تاکہ اعتماد اور بھروسہ بحال رہے۔

واضح ہو کہ آیتِ مبارکہ میں اگرچہ گروی رکھنے کا حکم دورانِ سفر دیا گیا ہے؛ لیکن بالاتفاق یہ حکم سفر کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ حالتِ اقامت میں بھی ضرورت کے وقت رہن کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ مبارک ۳۰ روسق (تقریباً ۶۰ رکوئنٹل) جو کے بدلہ میں رہن رکھی تھی، اور وفات تک یہ زرہ یہودی ہی کے پاس تھی۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۲۲۳ ریاض)

دوسری بات اِس آیت میں یہ فرمائی گئی کہ اگر فریقین میں آپس میں پوری طرح اعتماد ہو تو نہ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہی کی، بس ہر ایک فریق اپنی ذمہ داری اَمانت و دیانت کے ساتھ اَدا کرنے کا اہتمام رکھے، اور اپنے رب اللہ یعنی ربُ العالمین سے ضرور ڈرتا رہے۔ بہت سے مفسرین نے اِس آیت کو پچھلی آیت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے، جب کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ پچھلی آیت کا حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی ہے۔ اِس اعتبار سے ناسخ ماننے کی حاجت نہیں۔

اور آیت کا اختتام اِس ہدایت پر کیا گیا کہ جو لوگ بھی کسی معاملہ میں گواہ بن جائیں، وہ قصداً اپنی گواہی نہ چھپایا کریں، یعنی کسی کے گواہی چھپانے سے اگر کسی فریق کی حق تلفی ہوتی ہو تو اُس کا گواہ گواہی چھپا کر اِس حق تلفی میں معاون نہ بنے، ورنہ وہ یقیناً گنہگار ہوگا۔ اور ہر مسلمان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہئے کہ اُس کی ہر نقل وحرکت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اِس لئے اُس کے غضب سے ڈرنا لازم ہے۔

نظر و فکر

رحمٰن کے خاص بندے اور اُن کی صفات (١١)

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

قرآن وحدیث میں جہنم کی منظر کشی

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ جہنم کے ہولناک عذاب کو ذکر کر کے اُس سے ڈرایا گیا ہے، جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اِس سلسلہ کی بعض آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

○ جہنم کی آگ کو دہکانے کے لئے ایندھن کے طور پر انسان اور پتھر استعمال ہوں گے۔ ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [البقرة: ٢٤]

○ اہلِ جہنم کی کھال جب آگ سے جل جائے گی تو فوراً دوسری نئی کھال اُن پر چڑھادی جائے گی (تاکہ برابر شدید تکلیف کا احساس ہوتا رہے) ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ [النساء، جزء آیت: ٥٦]

○ آگ ہی جہنمیوں کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ ﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ [الاعراف، جزء آیت: ٤١]

○ جہنمیوں کو (پانی کے بجائے سڑا ہوا) پیپ پلایا جائے گا، جسے اُنہیں نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی پینا پڑے گا۔ ﴿يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ. يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهُ﴾ [ابراهيم: ١٦-١٧]

○ جہنمیوں کا لباس گندھک کا ہوگا (جس میں آگ جلدی لگتی ہے) اور آگ اُن کے چہروں کو جھلسا رہی ہوگی۔ ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ [ابراهيم: ٥٠]

○ جہنم میں جہنمیوں کی (شدتِ عذاب سے) ایسی دہاڑ اور چیخ وپکار ہوگی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی۔ ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ﴾ [هود: ١٠٦، الأنبياء: ١٠٠]

○ جہنمیوں کے سروں پر نہایت کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا وہ پانی جب بدن کے اندر پہنچے گا تو پیٹ کی انتڑی اور اوجھڑی سب گلا کر نکال دے گا، اور کھال بھی گل پڑے گی اور اوپر سے لوہے کے ہتھوڑوں سے پٹائی ہوتی رہے گی، بہت کوشش کریں گے کہ کسی طرح جہنم سے نکل بھاگیں، مگر پھر اُنہیں جہنم میں ڈھکیلا جاتا رہے گا، اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔ ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

الْحَمِيمُ. يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ. وَلَهُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ. كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾[الحج: ۱۹-۲۲]

○ ہر طرف سے آگ میں جلنے کی وجہ سے جہنمیوں کی صورتیں بگڑ جائیں گی۔ ﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾[المؤمنون: ۱۰۴]

○ جہنمیوں کو سینڈھے (زقوم) کا درخت کھلایا جائے گا جو جہنم کی پیداوار ہوگا، جو شیطان نما نہایت بدصورت ہوگا، اِسی سے وہ پیٹ بھریں گے، اور اوپر سے جب پیاس لگے گی تو سخت ترین کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ ﴿أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ. إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ. إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ. طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ. فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ. ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ﴾ [الصفت: ۶۲-۶۷، الدخان: ۴۳-۴۸]

○ جہنمیوں کی گردن میں طوق پڑے ہوں گے اور پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوں گی اور (مجرموں کی طرح) اُنہیں گھسیٹ کر کھولتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، پھر آگ میں دھونکا جائے گا۔ ﴿إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ. فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ﴾[الغافر: ۷۱-۷۲]

○ کافروں کو ستر گز لمبی زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں لایا جائے گا۔ ﴿خُذُوهُ فَغُلُّوهُ. ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ. ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ﴾[الحاقة: ۳۰-۳۱-۳۲]

○ جہنم کے پہرے پر نہایت زبردست قوت والے اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے (یعنی نہ وہ جہنمی پر رحم کھائیں گے اور نہ اُنہیں چکمہ دے کر کوئی جہنم سے نکل سکے گا) ﴿عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم، جزء آیت: ۶]

اِس کے علاوہ بھی قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں جہنم کے عذاب کی تفصیلات مذکور ہیں، جن سے جہنم کی وحشت ناکی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللّٰھم احفظنا منہ۔

اَحادیثِ شریف میں جہنم کی ہولناکیوں کا بیان

اسی طرح آں حضرت ﷺ نے احادیثِ طیبہ میں نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جہنم اور اس کے ناقابلِ تصور عذابوں سے امت کو متنبہ فرمایا ہے۔ چند احادیث کا خلاصہ ذیل میں درج ہے:

○ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ: ’’یہ آگ جسے آدمی دہکاتا ہے، یہ جہنم کی آگ کے ۷۰؍ اجزاء میں سے ایک جزء ہے‘‘۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ دنیا کی آگ ہی جلانے کے لئے کافی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءً ا، كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا. (صحيح مسلم ٢/٣٨١ رقم: ٢٨٤٣ بيت الأفكار)

جہنم کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں ۶۹؍ گنا زیادہ جلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور ۷۰؍ گنا میں سے ہر جزء میں یکساں تپش کی صلاحیت ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

❍ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُوْقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ. (سنن الترمذي ٢/٨٦)

جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا جس کی وجہ سے وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا جس کی بنا پر وہ جلتے جلتے سفید ہوگئی، اس کے بعد پھر ایک ہزار سال دہکایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی، چناں چہ اب وہ نہایت اندھیری اور سیاہی کے ساتھ دہک رہی ہے۔

❍ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلٰى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَائِشَهُمْ. فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُهُ. (سنن الترمذي ٢/٨٦، ابن حبان ٩/٢٧٨)

جہنمیوں کی غذا ’’زقوم‘‘ (سینڈھا) اتنی بدبودار ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی دنیا میں اتار دیا جائے تو تمام دنیا والوں کا بدبو کی وجہ سے یہاں رہنا دوبھر ہوجائے، تو اندازہ لگائیے کہ جس کی غذا ہی یہ ہوگی اس کا کیا حال ہوگا؟

❍ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِيْ الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا. (سنن الترمذي ٢/٨٦)

(جہنمیوں کو پلایا جانے والا ’’غَسَّاق‘‘ (زخموں کا دھوون) اتنا سخت بدبودار ہے کہ) اس کا اگر صرف ایک ڈول بھی دنیا میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا اس کی بدبو سے سڑ جائے گی۔

❍ سیدنا حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیت: ﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يُقَرَّبُ إِلٰى فِيْهِ فَيَكْرَهُهُ، فَإِذَا أَدْنٰى مِنْهُ شَوّٰى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ

وہ بدبودار کھولتا ہوا پیپ جہنمی کے منہ کے قریب کیا جائے گا، جو اُسے بہت ناگوار ہوگا؛ لیکن اُسے قریب

فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ. (سنن الترمذي ۸۵/۲)

کرتے ہی اُس کا چہرہ بالکل جھلس جائے گا، حتی کہ گرمی کی شدت سے اس کے سر کی کھال تک پگھل جائے گی، پھر جب وہ جہنمی اس بدبودار اور گرم ترین پانی کو بادلِ ناخواستہ پیئے گا تو وہ اس کی سب انتڑیاں کاٹ کر پیچھے کے راستے سے باہر نکال دے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

○ سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: ﴿وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ:

تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقْلُصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ. (سنن الترمذي ۱۵۱/۲)

جہنم کی لپٹوں سے جہنمی کا چہرہ اس طرح جھلس جائے گا کہ اوپر کا ہونٹ آدھے سر تک سمٹ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ اس کی ناف تک سکڑ جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

○ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ضِرْسُ الْكَافِرِ أَوْ نَابُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ، وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ.

(صحيح مسلم ۳۸۲/۲ رقم: ۲۸۵۱)

کافر جہنمی کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی ۳؍دن کے مسافت کے بقدر ہوجائے گی (تاکہ بدن بڑا ہونے سے تکلیف میں مزید اضافہ ہوسکے)۔ اعاذنا اللہ منہ

○ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانُهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ. (سنن الترمذي ۸۵/۲)

کافر کی زبان جہنم میں ایک فرسخ اور دو فرسخ کے بقدر باہر نکال دی جائے گی حتی کہ دیگر جہنمی اس پر چلا کریں گے۔

○ سیدنا حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِي النَّارِ حَيَّاتٍ كَأَمْثَالِ أَعْنَاقِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ إِحْدَاهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَرَّهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا، وَإِنَّ فِي النَّارِ

جہنم کے اژدہے بختی اُونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہوں گے اور اتنے سخت زہریلے ہوں گے کہ ڈسنے کے بعد ان کے زہر کی ٹیسیں ۷۰؍سال تک

عَقَارِبَ كَأَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوكَفَةِ تَلْسَعُ إِحْدَاهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا أَرْبَعِينَ سَنَةً. (المسند للإمام أحمد ١٩١/٤، الترغيب والترهيب ص: ٧٦٩ رقم: ٥٥٢٣)

اٹھتی رہیں گی، اور جہنم کے بچھو خچروں کے برابر ہوں گے، جن کے ڈسنے کی ٹیس ۴۰ رسال تک محسوس ہوگی۔

○ سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلىٰ أَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُونَ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الدُّمُوعُ، ثُمَّ يَبْكُونَ الدَّمَ حَتّٰى يَصِيرَ فِي وُجُوهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأُخْدُودِ، لَوْ أُرْسِلَتْ فِيهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ. (سنن ابن ماجة / كتاب الزهد باب: ٣٨ حديث: ٤٣٢٤، ص: ٩٨٣، الترغيب والترهيب ٢٧٠/٤)

جہنمیوں پر رونے کی حالت طاری کردی جائے گی پس روتے روتے ان کے آنسو خشک ہوجائیں گے، تو پھر وہ خون کے آنسو اس قدر روئیں گے کہ ان کے چہروں میں (اتنے بڑے بڑے) گڈھے ہوجائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں۔

○ سیدنا حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ. (صحيح البخاري ٩٧١/٢، الترغيب والترهيب ٢٦٦/٤)

جہنم میں سب سے کم تر عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے جوتے میں جہنم کے انگارے رکھ دئے جائیں گے جن کی گرمی سے اس کا دماغ ایسے کھولے گا جیسے دیگچی میں آگ پر پانی کھولتا ہے۔

اور مصنف بن ابی شیبہ میں مغیث بن سُمی سے موقوفاً روایت ہے کہ جب جہنمی کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اُس سے کہا جائے گا کہ: ’’ٹھہرو! ابھی تمہیں ایک تحفہ دیا جائے گا، پھر اُس کے سامنے زہریلے سانپوں کے زہر پر مشتمل ایک مشروب لایا جائے گا، جس کے زہر کی شدت اِس قدر زیادہ ہوگی کہ اُس کو منہ سے قریب کرتے ہی اُس کا گوشت اور ہڈیاں تتر بتر ہوجائیں گی‘‘۔ (المصنف لابن ابی شیبہ/ کتاب ذکر النار ۲/۷ حدیث: ۳۴۱۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس لئے ہمیں اللہ کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ اس کی فکر رہنی چاہئے کہ ہم اپنی بدعملی کی وجہ سے خدانخواستہ مستحق عذاب نہ ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اُمتی کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں، اور دنیا و آخرت میں عافیت سے مالا مال فرمائیں، آمین۔ □□□

وفیات:

محمد سلمان منصورپوری

اُستاذ الاساتذہ شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ

مؤرخہ ۳۰؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۷ء بروز جمعہ قبل نماز عشاء عارف باللہ، اُستاذ الاساتذہ، یادگارِ سلف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نوراللہ مرقدہٗ نے مختصر علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے دن شام کو ۴؍بجے مخدوم معظم حضرت الاستاذ مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم کی اقتداء میں علماء، طلبہ اورعوام وخواص کے بڑے مجمع نے دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی، اورقبرستانِ قاسمی میں اَکابراولیاءاللہ کے پہلو میں آپ آسودۂ خواب کئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔

حضرت الاستاذ وفورِعلم، کثرتِ معلومات، اشتغال بالحدیث کے ساتھ ساتھ رقتِ قلبی، زہدوقناعت اورسادگی وبے تکلفی کے پیکر نایاب تھے۔ آپ کا درسِ حدیث اپنی الگ شان رکھتا تھا۔ شارحین کے اَقوال آپ کے نوکِ زبان رہتے تھے، اورمتعارض آراء اورنصوص میں تطبیق میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ تصلب فی الدین اوراَفکارونظریات میں آپ اپنے اکابراَساتذہ کے نقش قدم پر تھے۔

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد اوراُس کے خدام سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا، آپ جامعہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے، اورمجلس شوریٰ کے علاوہ ختم بخاری شریف کے جلسوں میں اکثر آپ پوری بشاشت کے ساتھ شرکت فرماکر خدامِ جامعہ کو خدمت کا موقع عنایت فرماتے تھے۔

نیز دعوت واصلاح اور وعظ ونصیحت کے لئے ملک وبیرونِ ملک آپ کے اَسفار کا سلسلہ بھی مسلسل جاری رہتا تھا۔ ضعف اور اَعذار کے باوجود اپنی ذاتی ہمت سے اِشاعتِ دین کی خاطر آپ پُرمشقت اَسفار فرمایا کرتے تھے، جس سے ہر علاقہ کے عوام وخواص کو بہت نفع ہوتا تھا، اورکام کرنے والے فرزندانِ دیوبند کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

آپ کی رقتِ قلبی کا حال یہ تھا کہ جب دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے تو ایسی تڑپ سے اللہ کا نام لیتے تھے کہ بڑے بڑے سنگ دل پسیج جاتے، اورایسا معلوم ہوتا کہ آپ بارگاہِ رب العالمین میں براہِ راست

طالب وسائل بن کر حاضر ہیں۔ خاص طور پر دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کے موقع پر جب آپ دعا کراتے تو حاضرین میں سے شاید ہی کوئی ایسا شخص رہتا جس کی آنکھیں نم نہ ہوتیں۔

آپ اپنے ہر شاگرد کے لئے ایک شفیق ترین باپ کی حیثیت رکھتے تھے، اور کسی شاگرد کے بارے میں خدمتِ دین میں مشغولی کا علم ہوتا تو بے پناہ مسرت کا اِظہار فرماتے، اور دل سے دعائیں دیتے تھے۔ اور بسا اَوقات اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی ملاقات پر اِس قدر اِکرام کا معاملہ فرماتے کہ شرم آنے لگتی تھی، یہ آپ کی اعلیٰ درجہ کی تواضع کی دلیل تھی۔ آپ کا دل آئینہ کی طرح صاف، اور زبان بہت محتاط تھی۔

آپ کو اپنے اَکابر اور اَساتذہ سے عشق کے درجہ کا تعلق تھا، بالخصوص اُستاذِ معظم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ آجاتا تو ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ دورانِ درس جب حضرتؒ کا تذکرہ فرماتے تو یہ الفاظ کہتے تھے: ''میرے حضرت شیخ الاسلام''۔ اور اِن الفاظ میں ایسی مٹھاس ہوتی جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

الغرض آپ کی ذات سلفِ صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھی، آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ آسانی سے پر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بے حد بلند فرمائیں، اور اُمت کو اپنے نعم البدل سے نوازیں، آمین۔

آپ نے کل ۸۸؍ سال کی عمر پائی، ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں جگدیش پور ضلع اعظم گڈھ (موجودہ مئو) یوپی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ۶؍ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم جناب محمد عمر صاحبؒ کا انتقال ہوگیا تھا، جس کی بنا پر ضلع جونپور کے ایک بڑے عالم حضرت مولانا محمد مسلم صاحبؒ نے آپ کی کفالت فرمائی، جو علامہ ماجد علی مانوی جونپوریؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حاصل کی، جس کے بانی عالم ربانی حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بیت العلوم میں شرحِ وقایہ تک پڑھنے کے بعد دارالعلوم مئوناتھ بھنجن میں داخل ہوئے، اور موقوف علیہ تک وہاں تعلیم حاصل کی۔

بعد ازاں ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیا، اور بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف جلد اول شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، اور مسلم شریف حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور ابوداؤد شریف اور ترمذی جلد ثانی شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی قدس سرہ سے پڑھی، اور دیگر اَساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔

علاوہ ازیں آپ کو محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخر الدین مرادآبادیؒ، حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا عبدالغفار مئویؒ وغیرہ سے بھی حدیث کی خصوصی اجازت حاصل تھی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ مطلع العلوم بنارس، مدرسہ حسینیہ جونپور، مدرسہ عربیہ گریڈیہہ (بہار) اور دارالعلوم مؤناتھ بھنجن میں درسِ نظامی کی اکثر کتابیں پڑھائی۔

بعد ازاں ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں آپ کا تقرر ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں ہوا، اور یہاں مسلسل ۳۵ر سال دیگر اعلیٰ کتابوں کے ساتھ بخاری شریف جلد ثانی کی تدریس کا شرف حاصل ہوا۔ اِس دوران ہزارہا تشنگانِ علوم نبوت نے آپ سے اِستفادہ کیا، جو دنیا کے مختلف حصوں میں خدمتِ دین میں مشغول ہیں، اور اُن کی خدمات یقیناً آپ کے لئے بھی صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ اوائل سعید بن سنبل اور مسلسلات کی اِجازت بھی دیا کرتے تھے، اِس حوالے سے بھی آپ سے اِستفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں، آمین۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، ۶ر صاحب زادے اور ۳ر صاحب زادیاں باحیات ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔

رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نوراللہ مرقدہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہِ اعلیٰ، جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی اور شیخ الحدیث، انتہائی مؤقر اور معتبر بزرگ عالم دین، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نوراللہ مرقدہٗ مؤرخہ ۱۶ر ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵ر جنوری ۲۰۱۷ء بروز اتوار رات تقریباً ۱۰ر بجے ۹۶ر سال کی عمر میں کراچی کے ایک اسپتال میں انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف اَکابر واَسلاف کی زندہ یادگار تھے، طویل عمر میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے اِستفادہ فرما کر اُنہیں کے رنگ میں اپنی زندگی کو پوری طرح رنگین کرلیا تھا۔ جرأت وحق گوئی اور بلاخوفِ لومۃ لائم فرقِ باطلہ کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ ملی اِجتماعیت اور مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی میں آپ کا روشن کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تدریس حدیث میں آپ کی امتیازی شان علماء عصر میں نمایاں تھی، تقریباً ۵۰؍سال جامعہ فاروقیہ کراچی کے شیخ الحدیث رہے، اور ہزارہا ہزار تشنگانِ علوم نبوت کو اپنے علم غزیر سے سیراب فرمایا۔ آپ کی اَمالی پر مشتمل بخاری شریف کی شرح ''کشف الباری'' ۱۲؍جلدوں میں بخاری کی اُردو شروحات میں ممتاز مقام کی حامل ہے، جس سے آپ کی علمی گیرائی کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی پیدائش ۲۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء میں وطن مالوف حسن پور لوہاری مظفرنگر ہندوستان میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حضرت شاہ مسیح اللہ خاں صاحبؒ کی سرپرستی میں حاصل کی۔ یہاں قیام کے دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیارت وصحبت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ بعدازاں ۱۹۴۲ء میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور ۱۹۴۷ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خصوصی تلامذہ میں شامل تھے۔ فراغت کے بعد آپ نے ۸؍سال مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریسی خدمات انجام دیں، اُس کے بعد آپ مع اہل خانہ کراچی منتقل ہوگئے، اور اولاً دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں ۳؍سال، پھر دارالعلوم کراچی میں ۱۰؍سال، اور جامعہ بنوری ٹاؤن میں ایک سال درس دیا، بعدازاں ۲۳؍جنوری ۱۹۶۷ء میں کراچی ہی میں ''جامعہ فاروقیہ'' کی داغ بیل ڈالی، اورتادمِ آخر اِسی اِدارہ کی سربراہی فرماتے رہے۔

آج یہ اِدارہ پاکستان کے مرکزی دینی مدارس میں شمار ہوتا ہے، اور اِس کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہوچکا ہے۔

۱۹۸۰ء میں آپ کو پاکستان کے عربی مدارس کے وفاق کا ناظم اعلیٰ بنایا گیا، جب کہ ۱۹۸۹ء سے تادمِ حیات آپ وفاق المدارس کے منصب صدارت پر فائز رہے۔ نیز آپ مختلف مسالک کے مدارس کی مشترکہ تنظیم ''اِتحادِ تنظیماتِ مدارس'' کے صدر بھی تھے۔ آپ کے دورِ صدارت میں مدارس کی حفاظت وترقی کے حوالہ سے عظیم الشان خدمات انجام دی گئیں۔

بلاشبہ موجودہ نازک ماحول میں آپ کا وجود ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک سایہ دار شجر کی حیثیت رکھتا تھا، اِس خلا کو تادیر محسوس کیا جائے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بے حد بلند فرمائیں، اورآپ کے چھوڑے ہوئے کاموں کی غیب سے حفاظت فرمائیں، آمین۔

شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نوراللہ مرقدہ

مؤرخہ ۱۷؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۲۰۱۷ء بروز پیر کورات میں یہ اَلمناک خبر آئی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے اور منظور نظر شاگرد اور خلیفہ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج ملک عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن کے قریب ''سینٹ پیٹرس برگ'' میں حرکت قلب بند ہونے سے اچانک انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف افریقہ کے اصلاحی اور تبلیغی دورے پر تھے، وہیں یہ حادثہ پیش آیا، جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا، اور ۲۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ بروز جمعرات فجر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور جنت البقیع میں تدفین کی سعادت حاصل ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔

موصوف ایک جلیل القدر عالم دین، کامیاب مدرس اور صاحبِ دل، صاحبِ نسبت صوفی اور بزرگ تھے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے اصلاحی اور تربیتی اسفار کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اور بے شمار لوگ آپ کے متوسلین میں شامل تھے۔ آپ نے مکہ معظّمہ میں تجارتی کتب خانہ ''مکتبہ امدادیہ'' کے نام سے قائم فرمایا، اور عالم عرب میں اَکابر مظاہر و دیوبند کے علوم کو پھیلانے میں عظیم کردار اَدا کیا۔ آپ ہی کی توجہ سے ''الکنز المتواری فی شرح صحیح البخاری'' (۲۴؍جلدیں) کے نام سے ضخیم ترین کتاب شائع ہوئی، جو اکابر علماء دیوبند کے قیمتی اِفادات پر مشتمل ہے۔

اِسی طرح آپ نے عالم عرب میں تصوف کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے پر بھی کافی محنت کی، اور قرآن وسنت سے ماخوذ تصوف کو اُجاگر کرنے کے لئے قیمتی کتابیں شائع فرمائی۔ نیز آپ نے فاضل گرامی قدر جناب مولانا لطیف الرحمٰن صاحب قاسمی بہرایچی کے علمی تعاون سے ''مسند الامام الطحاویؒ'' اور ''مسانید اِمام ابوحنیفہ'' اور دیگر قیمتی کتابیں شائع کر کے عام فرمائیں، جن سے اہل علم برابر فائدہ اُٹھارہے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف ''انٹرنیشنل ختم نبوت مئومنٹ'' کے نام سے تنظیم قائم فرمائی، جس کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف خطوں میں قادیانیت کی سرکوبی کی خدمات انجام دی گئیں۔

مولانا موصوف کی ولادت ۱۹۴۶ء میں امرتسر میں ہوئی، آپ کا آبائی خاندان تو کشمیر سے تعلق رکھتا ہے؛ لیکن آپ کے آباء واَجداد بعد میں صوبہ پنجاب کے مشہور شہر امرتسر میں مقیم ہوگئے تھے، اور تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستان کے شہر فیصل آباد کو اپنا وطن بنایا، یہیں پر آپ نے تعلیم کا آغاز فرمایا؛ لیکن اِسی دوران ملکی حالات خراب ہونے کی وجہ سے آپ کے والد جناب ملک عبدالحق صاحب نے ۱۹۵۳ء

فیصل آباد سے مکہ معظّمہ ہجرت فرمالی، اورحسن اتفاق کہ ۱۹۶۰ء میں آپ کے والد صاحب کوسعودی شہریت مل گئی، اورمکہ معظّمہ میں اطمینان کے ساتھ رہنے کے مواقع فراہم ہوگئے۔

مولانا موصوف نے اولاً مدرسہ صولتیہ اور بعدازاں مدرسہ سعدیہ میں داخل ہوکر سعودی حکومت کے نصاب کے اعتبار سے متوسط درجات تک تعلیم حاصل کی، اور ۱۳۸۷ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کے لئے آپ نے مظاہرعلوم سہارنپور کا رخ کیا، اور شیخ الحدیث، قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اَکابر اَساتذۂ مظاہرعلوم سے علمی اِستفادہ کا موقع ملا، اِسی سال حضرت شیخ نے آپ کو بیعت واِرشاد میں خلافت سے بھی نوازا۔

آپ حضرت شیخ کے انتہائی چہیتے خلفاء میں تھے، آپ بیتی میں جابجا آپ کا ذکر ملتا ہے۔ آپ پوری زندگی اپنے شیخ سے حاصل کردہ اَمانت عالم میں عام کرنے کے لئے تگ ودو فرماتے رہے۔ مکہ معظّمہ میں آپ کا دولت خانہ آپ کی فیاضی اورمہمان نوازی میں مشہور رہا۔ موقع بموقع ذکر کی مجالس کا اہتمام بھی آپ فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وجاہت کے ساتھ ساتھ حسن خلق کی دولت سے بھی نوازا تھا، جوبھی آپ سے ملاقات کرتا، وہ آپ کے اخلاق سے ضرور متأثر ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی ہمہ گیر مصروفیات کے ساتھ ساتھ علمی مشغلہ بھی جاری رکھا اور مدرسہ صولتیہ میں عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔ بلاشبہ آپ کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوا۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاویؒ (جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) :- جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کے ہردل عزیز باوقار اُستاذ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۱۷ء بروز اتوار صبح تہجد کے وقت انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف بڑے جفاکش، نام ونمود سے دور اور تعلیم وتدریس میں اپنے کو فنا کردینے والی شخصیات میں شامل تھے، ایک طویل عرصہ تک گجرات کے مرکزی مدرسہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل سے وابستہ رہ کر ہزار ہا تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب فرمایا، اورآپ کا علمی فیض دور دور تک پھیلا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بے حد بلند فرمائیں، اور دینی خدمات کا بہتر صلہ عطا فرمائیں، آمین۔

حضرت مولانا عبدالمعید صاحبؒ (ہلدوانی) :- کماؤں/ اُتراکھنڈ علاقہ کے مشہور عالم دین جناب مولانا عبدالمعید صاحب قاسمیؒ نے مؤرخہ ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۶ء مطابق یکم ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف نے کماؤں کے علاقہ میں اِصلاحِ معاشرہ، رد بدعات اور علم دین کی اِشاعت میں عظیم خدمات انجام دیں، جنہیں تادیر یاد رکھا جائے گا۔ مدرسہ شاہی سے خاص تعلق تھا، اکابر دیوبند سے سچی وابستگی تھی۔ اور علاقائی جمعیۃ علماء کے اہم ذمہ داروں میں آپ شامل تھے، اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔

حضرت قاری سید مرغوب حسین صاحب امروہویؒ:- جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ کے سابق اُستاذ تجوید اور امروہہ کے صاحب نسبت بزرگ حضرت قاری سید مرغوب حسین صاحبؒ گذشتہ ۵؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۴؍جنوری ۲۰۱۷ء بروز بدھ وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاری صاحب موصوف کا شمار ملک کے ممتاز اَساتذۂ تجوید وقرأت میں ہوتا تھا، آپ کے کئی اہم شاگرد ملک وبیرون ملک تجوید کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف بڑے خوددار، باوضع، بارعب اور باوجاہت شخصیت کے مالک تھے۔ راقم الحروف کو بھی حضرت مرحوم سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کا اصلاحی تعلق مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ پاکستان سے تھا۔

اِدھر کئی سالوں سے آپ بالکل خلوت گزیں ہوگئے تھے، اپنے دولت کدہ پر ہی خانقاہ میں مقیم تھے، وہیں وفات ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔

عم محترم جناب حافظ سید محمد موسیٰ صاحب منصورپوریؒ:-

راقم الحروف کے عم مکرم اور حضرت اَقدس مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری مدظلہ العالی اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے برادر اکبر جناب حافظ سید محمد موسیٰ صاحب منصورپوریؒ نے بھی ۳۰؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات میں ۱۲؍بجے کے قریب داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف تقریباً ۱۳؍سال سے گردہ کی تکلیف میں مبتلا تھے، ہفتہ میں دومرتبہ ڈائیلیسس ہوتا تھا، بالآخر وقت موعود آپہنچا اور تقریباً ۷۵؍سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے دن ظہر کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور مظفرنگر کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

موصوف بڑے وضع دار، جرأت مند اور باوجاہت شخصیت کے مالک تھے، جب تک صحت رہی، ہر سال رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن سنانے کا معمول تھا۔ موصوف کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، صرف تین بچیاں ہیں، جو ماشاء اللہ سب صاحب اولاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو آخرت کی راحتوں سے مالامال فرمائیں، اور اہل بیت نبوت کے ساتھ حشر فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں، آمین۔ قارئین سے بھی ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔ ☐☐☐

درسِ حدیث:

تین گناہوں سے بچئے!

مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ. قَالَ أَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. (رواه مسلم، مشكوة: ٢٤٣)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ تین طرح کے لوگوں سے اللہ رب العزت قیامت کے دن نہ گفتگو کرے گا، نہ ان کو رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک صاف کرے گا (بلکہ) ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا، یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تباہ وبرباد ہونے والے لوگ اے اللہ کے نبی! کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (۱) ٹخنے سے نیچے کپڑے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام پوری زندگی امت کو قیامت کے دن کی ذلتوں اور رسوائیوں سے بچانے کی فکر میں مصروف رہے اور ان تمام کاموں سے دور رہنے کی تلقین فرماتے رہے کہ جو روز قیامت انسان کی تباہی وبربادی کا ذریعہ اور سبب بن سکتے ہوں۔ مذکورہ بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نبی کریم علیہ السلام تین ایسے لوگوں کا تذکرہ فرما کر اپنی امت کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ جن کو قیامت کے دن ہلاکت وبربادی اور ذلت ورسوائی سے کوئی نہیں بچا پائے گا، نہ ان کا مال ودولت کچھ کام آئے گا اور نہ ہی آل اولاد اور اعزہ واقارب ان کی کچھ مدد کرسکیں گے۔ ذیل میں روایت بالا کی مختصر سی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

روز قیامت کی ہولناکیاں

قیامت کا دن بڑا سخت اور حزن وملال میں مبتلا کرنے والا ہوگا، ہر شخص اپنی نجات کی طرف سے فکرمند

ہوگا، کوئی کسی کی طرف نہ دیکھے گا اور نہ بات چیت کرے گا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا، ہر ایک کو صرف اپنی ہی فکر لاحق ہوگی، حتی کہ انسان اپنے ارد گرد سے اتنا غافل ہوگا کہ اس کو یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ اس کے پاس کون ہے، مرد ہے کہ عورت ہے، لباس میں ہے یا برہنہ ہے، چنانچہ ایک دفعہ جب نبی کریم علیہ السلام نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قیامت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن انسانوں کو میدان محشر میں ننگے بدن، ننگے سر بغیر ختنہ کے جمع کیا جائے گا، تو ام المؤمنین نے سوال کیا کہ کیا عورت و مرد ایک دوسرے کو برہنہ دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! معاملہ بہت سخت ہوگا اور ہر ایک اپنی ذات اور نجات کے معاملہ میں اس قدر الجھا ہوا ہوگا کہ اس کو دوسرے کی خبر ہی نہ ہوگی۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلىٰ بَعْضٍ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلىٰ بَعْضٍ. (متفق عليه، مشكوة: ٤٨٣)

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن ننگے پیر اور غیر مختون اکٹھا کیا جائے گا، تو میں نے کہا کہ پھر تو مرد عورت ایک دوسرے کو (برہنہ) دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! معاملہ کی ہولناکی اور حالات کی سختی اس کا موقع ہی نہیں دے گی کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں۔

قرآن کریم میں بھی اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، ایک آیت میں اس دن کے دہشت ناک مناظر کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے روز خوفناک احوال سے متأثر ہو کر عورتیں دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ خواتین اپنے حمل کو ضائع کر بیٹھیں گی اور لوگ خدا کی پکڑ اور طرح طرح کے عذاب کو دیکھ کر عقل و خرد کو کھو بیٹھیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ. (الحج: ٢)

جس دن دیکھو گے اس (قیامت) کو بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو، اور آپ دیکھیں گے لوگوں پر نشہ، حالاں کہ ان پر نشہ نہیں ہوگا، مگر اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

ہر انسان شدید جسمانی وذہنی تکلیف میں مبتلا ہوگا، وہ سورج جو آج ہم سے کروڑوں میل دور رہ کر روشنی اور گرمی پہنچاتا ہے اور دوپہر کے وقت اس کی حرارت خاص طور پر موسم گرما میں اتنی بڑھ جاتی ہے کہ کچھ دیر کے لئے بھی اس کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہوجاتا ہے، قیامت کے دن یہی سورج انسانوں کے سروں کے اوپر صرف ایک میل کے فاصلہ سے آگ اگل رہا ہوگا اور میدان محشر میں نہ کوئی سایہ ہوگا اور نہ کوئی جائے پناہ، ہر شخص اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، جس کے جتنے گناہ ہوں گے اس کا پسینہ بھی اتنا ہی ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنِ الْمِقْدَادِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ، فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعِرْقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ إِلٰى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعِرْقُ إِلْجَامًا، وَأَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ إِلٰى فِيْهِ. (رواه مسلم، مشکوۃ: ۴۸۳)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج قیامت کے دن مخلوق کے قریب ہوجائے گا اور صرف ایک میل کی مقدار کے برابر دوری پر ہوگا، لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر تک پسینہ ہوگا اور کسی کا پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا، گویا اس کو پسینہ کی لگام لگادی جائے گی۔ اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

اس دن کی دہشت وہولناکی، مصیبت وپریشانی سے صرف وہی لوگ بچ پائیں گے کہ جن پر رب ذوالجلال اپنا خاص فضل وکرم فرمائے گا، اپنے عرش کے سائے میں جگہ نصیب فرمائے گا، اور اپنی رحمت کا مستحق قرار دیگا، قرآن کریم کی نظر میں وہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے دوستی کی ہو تو صرف اپنے رب سے دوستی کی ہو، زندگی بھر اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہے ہوں اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرتے رہے ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان کو (آخرت میں) نہ ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس دن کچھ بدنصیب ایسے ہوں گے کہ ان کو کہیں پناہ نہیں ملے گی، خدائے ذوالجلال ان سے اتنا ناراض ہوگا کہ گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرے گا، وہ تباہ حال وپریشان دھکے کھاتے، چیختے چلاتے میدان حشر

میں ادھر ادھر پھر رہے ہوں گے، رب کائنات ان کی جانب رحمت بھری نظر اٹھانا بھی گوارا نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک وصاف کر کے یعنی گناہوں کو معاف کر کے یا تھوڑی بہت سزا دے کر جنت کا حقدار بنائے گا؛ بلکہ دردناک عذاب میں ان کو جھونک دے گا۔ ذیل میں ان تین طرح کے لوگوں کا نمبر وار ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) اَلْـمُسْبِـلُ :- نبی کریم علیہ السلام پہلے نمبر پر انسان کے ظاہر یعنی لباس سے متعلق چیز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ قیامت کے دن رب ذوالجلال ایسے شخص کو اپنی رحمت ورضا سے محروم رکھے گا کہ جس کا کپڑا دنیا میں ٹخنے سے نیچے لٹکا رہا کرتا ہو، خواہ پائجامہ ہو یا پینٹ، لنگی ہو یا لمبا کُرتا وغیرہ جو ٹخنے کو ڈھک لیتا ہو ممنوع ہے، جو شخص اس طرح کا لباس استعمال کرے گا وہ قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

آج کل لوگ اس کی طرف دھیان نہیں دیتے اور فیشن ورواج کا زیادہ خیال رکھتے ہیں، حالانکہ ایک مؤمن کے نزدیک آخرت کے نفع ونقصان کی اہمیت دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر ہونی چاہئے، مذکورہ روایت میں ٹخنوں کو ڈھکنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ متکبرین کا انداز ہے؛ لہٰذا اگر کوئی تکبر کی بنیاد پر ٹخنوں کو ڈھکتا ہے تو یہ حرام وناجائز ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ٹخنوں کو ڈھک تو رہا ہوں؛ لیکن تکبر بڑائی کا کوئی شائبہ میرے اندر نہیں ہے، میں تو صرف فیشن اور رواج کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جس طرح تکبر وبڑائی حرام وناجائز ہے اسی طرح متکبرین کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کے جیسے انداز واطوار کو اپنانا بھی ناجائز اور ممنوع ہے، جیسا کہ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ غلط اور گنہگار لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے والا ان ہی میں سے شمار کیا جائے گا، ارشاد نبویؐ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (رواه أبوداؤد، مشكوة ۳۷۵)	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جو شخص کسی (دوسری) قوم کی مشابہت (انداز) کو اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

روایت بالا میں اگر چہ صرف ٹخنوں کے ڈھکنے کا تذکرہ ہے، مگر اس سے اشارہ اس بات کی طرف بھی کیا جارہا ہے کہ انسان اپنے ظاہر کو اور تمام ظاہری انداز واطوار کو تکبر اور بڑائی سے پاک وصاف رکھے، نشست وبرخاست ہو یا بول چال، پہننا اوڑھنا ہو یا کھانا پینا اور ملنا جلنا ہو، ہر ایک موقع پر تواضع وانکساری کا پہلو نمایاں ہو، کبر وغرور اور بڑائی رائی کے دانہ کے برابر بھی نہ ہو، ورنہ آدمی کی نجات خطرہ میں پڑ جائے گی اور وہ قیامت کے دن رب ذوالجلال کی نظر کرم سے محروم ہو کر جہنم کا ایدھن بن جائے گا، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ۴۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا فرمان مروی ہے کہ نہیں داخل ہوگا آگ میں وہ شخص کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اور نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر وغرور ہوگا۔

(۲) اَلْمَنَّانُ :- نبی کریم علیہ السلام دوسرے نمبر پر معاشرت یعنی میل جول اور رہن سہن سے متعلق بات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ قیامت کے دن رب ذوالجلال اس شخص کو اپنی رضا اور رحمت سے محروم کردے گا جو لوگوں پر احسان جتاتا ہو، کسی کی مدد کرنے اور کام آنے کے بعد جگہ جگہ اس کا تذکرہ کرتا ہو، کبھی اس کے سامنے احسان جتا کر اس کو شرمندہ کرتا ہو اور کبھی دوسروں کے سامنے ذکر کرکے اپنی بڑائی ہانکتا ہو، ایسا شخص قیامت کے دن رب کائنات کی نظر کرم سے محروم ہی نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ دردناک عذاب کا مستحق بھی قرار دیا جائے گا۔

عام طور پر اختلافات کے رونما ہونے کی صورت میں احسان جتانے کا گناہ سب سے زیادہ سرزد ہوتا ہے، خاص طور پر اگر قرابت داروں میں کسی معاملہ پر آپس میں ٹکراؤ ہوجائے تو پھر اگلے پچھلے، نئے پرانے ہر طرح کے احسانات یاد آجاتے ہیں اور آدمی بڑی شدومد سے ان کا تذکرہ کرکے ایک دوسرے کو ذلیل وخوار کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ کل خدا کو کیا منہ دکھائے گا، احسان کرنے والے کی نیت رب ذوالجلال کی خوشنودی کے سوا کچھ نہیں ہونی چاہئے، نہ بدلہ کی خواہش دل میں ہو اور نہ دکھاوا مقصود ہو اور نہ ہی کبھی اس کو جتانے کا تصور دل میں آئے، ورنہ تمام کئے دھرے پر پانی پھر جائے گا اور اجر وثواب ضائع ہوجائے گا، جیسا کہ اللہ رب العزت ایک آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے لوگو! تم اپنے خیرات وصدقات کا اجر وثواب تکلیف پہنچا کر اور احسان جتا کر ضائع اور برباد نہ کرو، ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

اے ایمان والو! نہ ضائع کرو تم اپنے صدقہ کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے، وہ اللہ اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف (چکنے) پتھر پر کچھ مٹی پڑی ہو

صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوْا . (البقرة: ٢٦٤)

پھر اس پر تیز بارش برس جائے جو اس کو بالکل صاف کر کے چھوڑے (الغرض) ایسے لوگوں کے ہاتھ ان کے کئے کا کچھ اجر وثواب نہیں لگے گا۔

(۳) اَلْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ :- نبی کریم علیہ السلام تیسرے نمبر پر معاملات یعنی خرید وفروخت اور تجارت سے متعلق بات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن رب ذوالجلال اس شخص کو بھی اپنی رضا اور رحمت سے محروم کر دے گا جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچتا ہو، سامان کی قیمت ہو یا اس کی خصوصیات ہوں، کسی بھی چیز کے بارے میں جھوٹ بولنا اور محض اپنے مال کو مہنگے داموں میں فروخت کرنے کے لئے خدائے ذوالجلال کے مبارک وباعظمت نام کا سہارا لیتے ہوئے جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایسا بدترین عمل ہے جو قیامت کے دن انسان کو صرف اللہ کی نظر کرم سے دور ہی نہیں کرے گا بلکہ دردناک عذاب کا مستحق بھی بنادے گا، مذکورہ حدیث میں اگرچہ معاملات میں سے صرف دورانِ کاروبار مال کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، مگر اس سے اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ دھوکہ دہی، بے ایمانی اور خیانت کی کوئی شکل اسلام میں کسی طرح مباح اور جائز نہیں ہے؛ بلکہ پورے طور پر ناجائز وحرام ہے، چنانچہ نبی کریم علیہ السلام ایک روایت میں کسی مومن کو نقصان پہنچانے والے اور دھوکہ دینے والے پر لعنت بھیجتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهٖ.

(رواه الترمذي، مشكوة ٤٢٨)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ ملعون ہے (خدا کی رحمت سے محروم ہے) وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا دھوکہ دے۔

الحاصل :- حدیث شریف میں ذکر کئے گئے تینوں گناہوں میں سے پہلے کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے، جس کو کبر وغرور سے پاک رکھنا ضروری ہے، دوسرے کا تعلق معاشرت سے ہے، جس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ خلق خدا کی مدد صرف رب کائنات کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرو اور پھر کسی کے سامنے کبھی اپنے کئے کا بھول کر بھی تذکرہ نہ کرو، تیسرے گناہ کا تعلق معاملات سے ہے، جس کے ذریعہ اس بات کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ اپنی ذات سے کبھی کسی کو ناحق نقصان نہ پہنچنے دو۔

اللہ رب العزت اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔

□□□

اِفاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ حاقہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ

ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِیَهْ. وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِیَهْ. وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ. (جس شخص کا نامۂ اَعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ خوشی کے مارے آس پاس والوں سے کہے گا کہ میرا نامہ اعمال پڑھ لو، اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نہایت حسرت سے کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا، اور مجھ کو خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے)

حضرتؒ کے بچپن کا ایک خواب

اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا، اس وقت میں قرآنِ کریم پڑھتا تھا، میں نے دیکھا تھا کہ میدانِ حشر قائم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر ایک کی پیشی ہو رہی ہے، سب کے اعمال نامے پیش کئے جا رہے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام شیروانی پہنے اور ترکی ٹوپی لگائے ہوئے سب کو پیش کر رہے ہیں، ہر ایک کے اعمال نامہ کو لے کر اللہ تعالیٰ کو دیتے ہیں، میں بہت گھبرا رہا ہوں کہ میرے ساتھ معلوم نہیں کیا معاملہ ہوگا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرا اعمال نامہ لیا اور پیش کر دیا گیا، میرے اعمال نامہ کو بس سرسری نگاہ سے دیکھا گیا اور کہا گیا کہ: ''جاؤ اور محنت کرو جا کر'' یہ میرے بچپن کا خواب ہے۔ فرمایا کہ حسرت کہتے ہیں کہ نقصان کے بعد ایسے رنج وغم کو جس کی تلافی کی کوئی صورت نہ ہو سکے، اور یہ حسرت قیامت کے روز ہوگی، جس کو جو کچھ کرنا ہو اسی زندگی میں کر لے، ورنہ قیامت میں سوائے حسرت کے اور کچھ نہ ہوگا۔

ایمانی ذوق کی علامت

اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا کہ ہر انسان کی حرص اور اس کا ذوق یہ ہونا چاہئے کہ میرا ہر عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، اور ہر عمل اس قابل ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بخشش فرمادے گا، اگر سب اعمال نہ ہوں تو کچھ تو ایسے ہوں، کوئی عمل تو ایسا ہو جو اللہ کو پسند آئے، اگر کوئی ایک عمل بھی اللہ کو پسند آ گیا، شاید وہی ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مؤمن ہونے کی علامت

کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَإِذَا سَائَتْکَ سَیِّئَتُکَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ (مشکاۃ المصابیح ۱۶/۱) یعنی جب تمہاری اچھائیاں تم کو اچھی معلوم ہوں، اور اچھا کام کر کے تمہارا جی خوش ہو، برائیاں تم کو بری معلوم ہوں، برے کام کو تم برا سمجھو تو تم مؤمن ہو۔

یہ ہے ایمان کی علامت، یعنی یہ احساس تو باقی ہے کہ برے کام کو ناپسند کرتا ہے، یہ ایمانی ذوق کی علامت ہے، اور اگر اچھے کام سے خوشی نہ ہو، برائی کا غم نہ ہو تو اس کے اندر بے حسی ہے، اس کے اندر ایمانی ذوق نہیں، ایسے شخص کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

طلبہ کو تنبیہ

طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم لوگ اپنے آپ کو دیکھ لو، کیا اچھے کاموں سے تم کو خوشی ہوتی ہے؟ برے کاموں سے رنج ہوتا ہے؟ تمہارا حال تو یہ ہے کہ جماعت ملی یا نہ ملی کچھ پرواہ نہیں، مل جائے تو خوشی نہیں، چھوٹ جائے تو غم نہیں، یہ اچھی حالت نہیں، یہ بے ذوقی اور بے حسی ہے۔

رنج وغم کا علاج

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ (عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے)

کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیا کرتے تھے، قرآنِ کریم کو شاعروں اور کاہنوں کا کلام کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنج وغم ہوتا تھا، ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اگر مخلوق کی طرف سے کوئی تکلیف اور رنج وغم پہنچے تو ایسے وقت میں اللہ کی طرف انابت ہونا چاہئے، اللہ ہی سے تعلق قائم کرے، اس سے توبہ واستغفار کرے، اس کی تسبیح پڑھے، یہی علاج ہے ہر مصیبت اور رنج وغم کا۔

مصیبت اور رنج وغم کی تمنا تو نہ کرنا چاہئے؛ بلکہ ہمیشہ عافیت وسلامتی کی دعا مانگنی چاہئے؛ لیکن اگر مصیبت آجائے، رنج وغم کے حالات آجائیں تو پھر صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرنا چاہئے۔

سورۃ المعارج

سوال نہ کرنے والے حاجت مندوں کی مدد کا حکم

وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ. لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ: (اور وہ لوگ جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے، مانگنے والوں کا اور نہ مانگنے والوں کا)

ایمان والوں کی شان میں کہا گیا ہے کہ جن کو اللہ نے مال دیا ہے، ان کے مالوں میں حق ہوتا ہے، سائل کا بھی اور محروم کا بھی، جو سوال کرنے والا ہے اس کو بھی دیتے ہیں اور جو لوگ نہیں مانگتے؛ لیکن مستحق اور محتاج ہیں، ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دیتے ہیں؛ بلکہ بعض اوقات مانگنے والے غیر مستحق ہوتے ہیں، اور جو محتاج ہوتے ہیں وہ بیچارے مارے شرم کے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو خوب مال تقسیم کیا کرتے تھے، جو آیا اس کو دے دیا، کچھ تحقیق ہی نہیں کرتے تھے، ایک شخص کو تیس ہزار روپئے دئے، اور وہ مستحق تیس پیسے کا بھی نہ تھا، میں نے کہا کہ ایک تو آپ لوگ خرچ کرتے نہیں اور جو لوگ خرچ کرتے بھی ہیں، وہ مصرف میں خرچ نہیں کرتے، یہ تحقیق نہیں کرتے کہ کہاں خرچ کرنا چاہئے اور کہاں نہیں؟ کون واقعی محتاج ہے اور کون نہیں؟ میں نے ایک مرتبہ پوری تقریر اسی پر کی تھی، میں نے کہا تھا کہ یہ تو آپ کا کام ہے، آپ کی ذمہ داری ہے، آپ خود تحقیق کیجئے، آپ کے پاس وقت نہیں ہے تو کسی اور واسطہ سے تحقیق کرائیے جس پر آپ کو اعتماد ہو، بے سوچے سمجھے بغیر تحقیق کے خرچ نہ کیجئے۔ دیکھئے جو چیز آپ کو خریدنا ہوتی ہے، مثلاً: سونا، چاندی اور کپڑے وغیرہ آپ کو خریدنا ہو تو اس کی خوب تحقیق کرتے ہیں، معتبر لوگوں سے معلوم کرتے ہیں کہ کہاں کھرا سونا ملے گا، سونا چاندی خود گھر نہیں آجاتا؛ بلکہ تحقیق کے لئے پہلے آپ کو جانا پڑتا ہے اور آپ جاتے بھی ہیں، اور تحقیق بھی کرتے ہیں۔ سبزی، آلو، ٹماٹر خریدنا ہو تو بھی تحقیق کرتے ہیں، کہاں اچھا ملے گا؟ تو پھر کیا زکوٰۃ وصدقات ہی ایسی چیز ہے کہ اس کے متعلق کوئی تحقیق نہ کی جائے، جو بھی مانگنے آئے اس کو دے دیں، آپ کے ذمہ تو پہلے تحقیق کرنا ہے کہ کسی بھی طرح اپنے طور پر خاموشی سے معتبر ذرائع سے معلوم کیجئے کہ کون غریب اور واقعی محتاج اور ضرورت مند ہے؟ بیوہ عورتیں کہاں ہیں؟ ایسے لوگ مانگیں یا نہ مانگیں، معلوم کر کے تلاش کر کے ان کو دینا چاہئے، اسی طرح مدرسہ والوں کو بھی تحقیق کر کے دینا چاہئے۔

سورۂ نوح

غم اور مصیبت کا علاج اور استغفار کی اہمیت اور اس کے بعض فوائد

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ: رنج وغم اور مصیبت کا علاج استغفار ہے، جب کبھی غم اور مصیبت آئے تو

فوراً استغفار کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ مصیبت جو آئی ہے وہ بھی ہماری بداعمالی کی وجہ سے اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے، تو اللہ ہی سے استغفار کرنا چاہئے، اور اسی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

استغفار کے بڑے فوائد ہیں، استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور اولاد میں برکت نصیب فرماتا ہے، چناں چہ ارشاد ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهَارًا. (نوح: ۱۰)

تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا، اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا، اور تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ. (هود: ۵۲)

تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ، پھر اس کی طرف متوجہ رہو، (یعنی عمل صالح کرو) وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر دے گا۔ (بیان القرآن)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا، وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا. (نوح: ۲۱)

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور انہوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ جنہوں نے حق کو مٹانے میں بڑی بڑی تدبیریں کیں۔

کفر و شرک کے پھیلنے کا ایک سبب

عام طور پر غرباء و فقراء اور نیچے درجہ کے لوگ انہیں لوگوں کی پیروی کرتے ہیں، جن کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت ہو، جو بڑی شان و شوکت اور کر وفر سے رہتے ہوں، نیچے درجہ کے لوگ انہیں کو اپنا مقتدا اور متبوع سمجھتے ہیں، اس وقت بھی ایسا ہی تھا، کم درجہ کے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ یہ لوگ جو

کام کرتے ہیں، وہی بہتر اور ترقی کا ذریعہ اور کامیابی کا معیار ہے، اسی سے ان کو ترقی ہوئی ہے، اور وہ لوگ تمام غلط کاموں میں مبتلا تھے، کفر وشرک اور بدعات میں مبتلا تھے، لوگ سمجھتے تھے کہ بس کفر وشرک یہی ترقی کا ذریعہ ہے، جیسے آج کل بھی لوگ کہا کرتے ہیں کہ ارے صاحب! فلاں صاحب پر تو اللہ کا بڑا کرم ہے، ان کے کیا کہنے؟ چار چار گاڑیاں ہیں، تین تین کارخانے ہیں، کئی کئی لڑکے ہیں، سب کا کارخانہ الگ، ہر ایک کی گاڑی بھی الگ، وہ اسی کو بڑی نعمت اور اسی کو بڑا احسان سمجھتے ہیں کہ اللہ نے انہیں خوب مال دیا ہے، اور خود بھی ایسے لوگ کہتے ہیں، اور بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ، گھڑے شاہ، مٹکے والے بابا کا طفیل ہے، سب انہیں کا کرم ہے، انہیں کی دین ہے، میرے لڑکے نہیں ہوتے تھے، میں نے فلاں مزار پر جا کر چادر چڑھائی تو چھ لڑکے ہوئے، اس لئے صبح اٹھتے ہی پہلے میرا کام یہ ہے کہ مزار پر جا کر حاضری دیتا ہوں، ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوتا ہوں، سجدہ کرتا ہوں، اس کے بعد آ کر ناشتہ کرتا ہوں، پھر جا کر دوکان میں بیٹھتا ہوں، اللہ نے بڑی برکت دی ہے بابا کا بڑا کرم ہے، واقعی بڑی تاثیر ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی غرباء اور کم درجہ کے لوگ بھی ایسا ہی کرنے لگتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ واقعی ایسی بات ہے، وہ بھی ہر ہفتہ مزار پر جا کر چادر چڑھاتے ہیں کہ دیکھو بابا نے ان کو کیسا نوازا ہے؟ اس لئے وہ بھی ایسا ہی کرنے لگتے ہیں، شیطان ایسا جال پھیلاتا ہے، ایسی چال چلتا ہے کہ سب اسی بت پرستی اور شرک کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں، اسی کو فرمایا: ﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں، وصیت کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں معبود کو مت چھوڑنا۔ ود، یغوث اور یعوق کو نہ چھوڑنا۔ جیسے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مزار کی حاضری نہ چھوڑنا، وہاں جاتے رہنا، چادر چڑھاتے رہنا، فلاں بابا کے پاس ضرور حاضری دیتے رہنا، بس اسی طرح شرک پھیلتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یغوث اور یعوق وغیرہ اللہ کے نیک بندے تھے، ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد نے یادگار کے طور پر ان کی تصویریں گھر میں لٹکا رکھیں کہ جب ان کو دیکھیں گے تو اللہ یاد آئے گا، اچھی نیت سے انہوں نے ایسا کیا تھا؛ لیکن ان کے بعد جب دوسری نسل آئی تو انہوں نے یہ ترقی کہ کہ خود ان تصویروں ہی کی پرستش شروع کردی، وہ انہیں کو پوجنے لگے، اس طرح بت پرستی پھیل گئی، اسلام نے آ کر سب کو مٹایا، کفر وشرک کے دروازوں کو بند کیا۔ اسی وجہ سے اسلام میں بلا ضرورت تصویروں کے کھینچنے اور رکھنے کی ممانعت ہے، بزرگوں اور اللہ والوں کی تصویریں رکھنا تو اور بھی غلط ہے؛ کیوں کہ یہی شرک کا دروازہ ہے، اسی سے شیطان نے لوگوں کو شرک میں مبتلا کیا تھا۔ ○❖○

اللہ کے نزدیک ہر نیک عمل قابلِ قدر ہے

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی ایم پی وصدر دینی تعلیمی وملی فاؤنڈیشن ذاکر نگر نئی دہلی

قرآن کریم اور احادیث میں فرائض وواجبات کے علاوہ بہت سارے ان اُمور کی نشان دہی کی گئی ہے جو اعمالِ خیر ہیں اور ان کے کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ اجر وثواب سے نوازتا ہے؛ البتہ اس بارے میں ایک چیز ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قرآن ایک اُصولی کتاب ہے اور اس میں زیادہ تر اُصول بتائے گئے ہیں، چنانچہ مختلف مقامات پر ارشاد ہوا ہے کہ ''تم جو بھی (اللہ کے راستے میں) مال خرچ کروگے اللہ کو اس کا علم ہے''۔ (البقرہ) یا یہ کہ ''اگر کسی نے ذرہ برابر بھی خیر کا کام کیا ہوگا تو وہ اسے دیکھے گا''۔ (الزلزال) یعنی اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یا یہ کہ ''اگر کسی نے نیک عمل کیا تو اس نے اپنے لیے کیا اور جس نے کوئی برا عمل کیا تو اُس نے اپنے لیے کیا''۔ (فصلت)

علامہ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی جس نے کوئی اچھا عمل کیا تو اس کا نفع اسی کو ہوگا، جب کہ اگر کسی نے کوئی برا عمل کیا تو اس کا وبال بھی اسی کو ہوگا۔ اسی آیت میں آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بندے کو بے وجہ سزا یا عذاب نہیں دے گا۔ اسی طرح اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی نیکی دوسرے کے کھاتے میں نہیں ڈالے گا، جو عمل جس شخص نے کیا ہے اسی کو اس کا بدلہ ملے گا۔

اِن آیاتِ پاک سے اُصولی طور جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں کہ خیر کا کام کوئی ایک نہیں ہے اس کی متعدد شاخیں اور جہتیں ہیں، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑا سے بڑا اور چھوٹا سے چھوٹا ہر طرح کا نیک عمل اللہ کے یہاں اجر وثواب کے اعتبار سے اہم ہے، اور ہر بندے کو اس کے کیے ہوئے عمل کا اجر پورا پورا ملے گا۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کی تربیت ایسی کی ہے کہ وہ اعمالِ خیر کے خود بھی عادی ہو جائیں اور معاشرے میں اسے پھیلانے کا بھی سبب بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے کاموں پر

ابھارنے کے لیے خود بھی ان کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور انھیں تلقین بھی کرتے تھے۔ کبھی کبھی انہیں رغبت دلانے کے لیے گزشتہ قوموں کے نیک لوگوں کے قصے بھی سناتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی وقتاً فوقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے کہ اللہ کے رسولؐ! کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ اَجر والا اور بہتر ہے؟ اور موقع کی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مختلف جواب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ! کونسا عمل افضل ہے؟'' تو آپ نے جواب دیا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا''۔

ہم لوگ چوں کہ مسلم خاندان میں پیدا ہوئے اور اسلام ہمیں گویا وراثت میں ملا ہے، اس لئے اس کی اہمیت اتنی اچھی طرح ہمیں سمجھ میں نہیں آئے گی؛ لیکن غور کیجیے کہ ایک ایسا معاشرہ ہو جہاں تمام کے تمام لوگ اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہوں اور اُس کے ساتھ بہت سی دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہوں اور وہاں ایک معبود کو ماننے کا کوئی تصور بھی نہ ہو، تو ایسے معاشرے میں رہتے ہوئے پہلے تو ایمان کی اہمیت کا ادراک کرنا اور پھر خدائے واحد کو ماننا اور اس کا اعلان کرنا کتنا مشقت بھرا کام ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمارے لیے قرنِ اول کے مسلمانوں کی مثال کافی ہونی چاہیے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت وتبلیغ شروع کی اور آپؐ کی باتیں کچھ لوگوں کے دل کو لگیں اور انھوں نے خدائے واحد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا فیصلہ کیا، تو انہیں کتنی جوکھم اٹھانی پڑی، وہ اپنے ہی گھر، معاشرے اور شہر میں اجنبی بنا دیے گئے، انہیں طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں اپنا محبوب وطن تک چھوڑنا پڑا۔ ایسے ماحول میں یقیناً ایمان لانا افضل ترین عمل ہوگا۔ اس کے کچھ نمونے تو ہمارے زمانے میں بھی سامنے آتے رہتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں یا خبروں کے ذریعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی نیک بخت انسان اللہ کی توفیق سے اسلام کے دامن میں پناہ لیتا ہے، تو اس کے لیے بے پناہ پریشانیاں کھڑی ہوجاتی ہیں۔ سب سے پہلے تو اپنے گھر اور خاندان سے جدا ہونا پڑتا ہے، اس مرحلے سے نکلے تو پھر آج کے دور میں بے شمار قانونی پریشانیاں پیش آتی ہیں، مگر جو لوگ پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور دینِ اسلام کی اہمیت وحقانیت کو سمجھ کر اس کی آغوش میں پناہ لیتے ہیں، وہ ان تمام حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دین پر قائم رہتے ہیں، ایسے میں یقیناً ایمان لانا افضل اعمال کی فہرست میں نمبر اول پر ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں دوسرا اَفضل عمل اللہ کے راستے میں جہاد کو بتلایا گیا ہے۔ یہ اسلام کے اولیں

عہد کے مطابق قتال کے معنی میں ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ نہ صرف اندرونی و بیرونی سازشوں میں مصروف تھے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کوشش میں بھی رہتے تھے کہ اگر مسلمان اپنی عادت سے باز نہ آئیں، تو انہیں تلوار کے زور پر پست کیا جائے اور اسلام کا (نعوذ باللہ) خاتمہ کردیا جائے۔ ایسے ماحول میں لوگوں میں استقامت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے یہ کہنا ضروری تھا کہ اللہ کے راستے میں لڑنا بھی ایک افضل عمل ہے۔ پھر حالات اور مواقع کے حساب سے یہ عمل قیامت تک کے مختلف اَدوار میں افضل ہوگا۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ دنیا کے کسی بھی خطے میں ایسی صورتِ حال پیدا ہوجائے کہ اسلام باطل کے نرغے میں ہو اور اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے آمادۂ پیکار ہوں تو اس وقت ان سے مقابلہ کرنا افضل عمل ہوگا۔ جہاد کا ایک اور مفہوم جو اَحادیث سے ہی ثابت ہے، یہ ہے کہ ہم اپنے نفس اور نفس کی برائیوں سے لڑیں اور اپنے آپ کو اسلام کے احکام و آداب کا عادی بنانے کی کوشش کریں؛ بلکہ ایک حدیث میں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس سے لڑنے کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے، یعنی یہ سب سے بڑا جہاد ہے کہ انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اسے راہِ راست سے نہ بھٹکنے دے۔

آگے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں: ''کون سے غلام کو آزاد کرنا اَفضل ہے؟'' تو اس کے جواب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''جو غلام اپنے آقا کی نگاہ میں سب سے زیادہ نفیس ہو اور جو قیمت میں بھی سب سے زیادہ ہو''۔ اِس سے یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ کے راستے میں عمدہ اور نفیس اور قیمتی چیز خرچ کرنی چاہیے، جیسا کہ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''تم نیکی کو نہیں پاسکتے یہاں تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز خرچ کرو''۔ (آل عمران)

لیکن چوں کہ ہر آدمی کی تو اتنی استطاعت ہے نہیں کہ وہ ایک عمدہ، نفیس اور قیمتی غلام کو خرید کر آزاد کرسکے، حضرت ابوذرؓ کے ذہن میں بھی یہ خیال آیا، چنانچہ انھوں نے دریافت کیا ''اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر کسی کام کرنے والے انسان کی مدد کرو یا کسی معذور کے لیے کام کرو''۔

اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی شخص اپنے بال بچوں اور گھر خاندان کے لیے محنت مشقت کرکے روزی حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے؛ لیکن وہ اس کے لیے کافی نہیں ہورہا، تو آپ اس کا ہاتھ بٹائیے، اس کے کام میں آپ اس کی مدد کردیجیے؛ تاکہ وہ اتنا کماسکے کہ اس کا گھر بار چل سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو کوئی کام کرنا نہیں جانتا یا وہ کسی ایسے جسمانی عذر کا شکار

ہے، جس کی وجہ سے اس سے کوئی کام نہیں ہو پا رہا ہے، تو آپ اپنی طرف سے محنت مشقت کرکے یا مال کے ذریعہ اس کے لیے روزی کا انتظام کردیجئے۔ اس کے بعد بھی حضرت ابوذرؓ نے ایک سوال کیا، پوچھا: ’’اے اللہ کے رسول! اگر میں کوئی کام نہ کرسکوں تو؟‘‘ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ’’پھر تم اپنی جانب سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دو، یہ تمہارے لیے اپنی ذات پر صدقہ ہے‘‘۔

اس حصہ میں نیکی اور عملِ صالح کی آخری حد بتادی گئی ہے کہ اگر آپ کے اندر اتنی بھی استطاعت نہیں ہے کہ کسی صاحبِ ضرورت کی ضرورت میں کام آسکیں، تو پھر کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنایئے کہ کسی کی ذات کو آپ سے تکلیف نہ پہنچے، کوئی ایسا عمل نہ کیجئے جو کسی کی رنجیدگی کا باعث ہو اور آپ کا یہ عمل بھی عنداللہ صدقہ کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلام نے نیک عمل کا دائرہ محدود نہیں رکھا ہے؛ بلکہ وہ حالات اور انسانی طاقت واستطاعت کے حساب سے پھیلا ہوا ہے، اور جو شخص بھی ان میں سے کوئی عمل کرے گا تو وہ عنداللہ ماجور ہوگا۔ اس سے ایک چیز اور سمجھ میں آتی ہے کہ ہم اگر کوئی بڑا اور اہم نیک عمل کررہے ہیں اور دوسرے لوگ نہیں کررہے ہیں یا وہ کسی دوسرے عمل سے وابستہ ہیں، تو اس پر ان کی تحقیر نہیں کی جاسکتی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے عمل کی کوئی اہمیت نہیں، یا یہ کہ اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کچھ لوگ دینی علوم کی تدریس واشاعت میں مشغول ہیں، تو وہ دوسرے شعبے کے کام کو اتنی اہمیت نہیں دیتے یا بہت سے دعوت وتبلیغ کے بھائی علماء اور طلباء کو کمتر خیال کرتے ہیں، یا اسی طرح اگر کوئی شخص مال دار ہے اور وہ اپنے مال کے ذریعہ بہت سے لوگوں اور اداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دوسرے لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی وسماجی زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم اولاً تو نیکی کے کاموں سے جی چراتے ہیں، یا اگر کرتے ہیں تو ساتھ ہی نہ کرنے والوں کو طعنہ دینا یا انہیں کمتر سمجھنا بھی ہماری عادت ہوچکی ہے۔ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ آپؐ نے کس طرح انسانی فطرت اور اس کی وسعت وصلاحیت کا خیال رکھتے ہوئے بھرپور گنجائش رکھی اور یہاں تک فرمایا کہ اگر آپ کوئی بھی بڑا یا چھوٹا نیک عمل کرسکنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، تو کم از کم اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دیں، اور اسے بھی صدقہ قرار دیا۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک کوئی بھی عمل حقیر اور چھوٹا نہیں ہے، اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنی وسعت کے مطابق نیک اعمال کرتے رہیں؛ تاکہ دنیا وآخرت میں ہمیں اُن کا اچھا سے اچھا بدلہ مل سکے۔ ☐☐☐

حلال کمائی کی فضیلت واہمیت

مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

اسلام میں انسانی تخلیق کا بنیادی مقصد اگرچہ معاش نہیں؛ لیکن اسلام انسان کے معاشی مسئلے سے بےفکر بھی نہیں ہے، شریعت اسلامیہ آدمی کو صرف دنیا ہی کا ہوکر رہ جانے سے ممانعت کرتی ہے؛ لیکن کسب دنیا اور تحصیل معاش سے منع نہیں کرتی۔ انسان مسئلہ معاش کو مقصد زندگی نہ بنائے اسلامی اصول وقوانین کے حدود میں رہتے ہوئے جتنا چاہے دنیا کمائے اور دنیا کی چیزوں سے خوب مستفید ہو، اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں کی تخلیق اسی انسان کے لئے کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا. [البقرة:۲۹]

وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ. [الاعراف:۱۰]

ہم نے زمین میں تم کو اقتدار عطا کیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے اسباب فراہم کئے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ. [سورة النحل:۱٤]

وہی خدا جس نے دریا کو اس لئے تمہارے تابع کیا تاکہ اس سے تازہ گوشت (مچھلی) کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تاکہ تم خدا کے فضل (روزی) کو تلاش کرو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. [سورة الجمعة:۱۰]

جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (روزی) کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

حلال کمائی حاصل کرنا فرض ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال اور پاک روزی کمانا فرض ہے فرائض کے بعد۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲)

یعنی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کی کفالت کے لئے اپنے دست و بازو کی محنت سے کمانا فرض ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ پہلے ان کا درجہ ہے، ان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حلال روزی کمانا فرض ہے۔

اس حدیث میں کمانے کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کمائی کرنا فرض بھی ہے اور مستحب بھی، اور اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی؛ چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے اور اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے، بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے جو بچے گا وہ فقراء و مساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا، اسی طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے؛ جبکہ نیت اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہو؛ البتہ محض مال ودولت جمع کر کے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے؛ اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔ (مستفاد: مظاہر حق ۳/۷)

اپنے ہاتھ کی کمائی

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا جو تم کھاتے ہو تمہاری کمائی کا ہے۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲، بخاری شریف ۱/۲۷۸، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

حضرت مقداد بن معدیکربؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد گرامی کے ذریعہ جہاں یہ اشارہ فرمایا کہ کسب یعنی اپنی روزی خود کمانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عمل سے معلوم ہوا؛ اس

لئےتم بھی ان کے طریقوں کواختیار کرو، وہاں آپ نے اپنی روزی خود اپنی صنعت وحرفت کے ذریعہ کرنے کی ترغیب دلائی؛ اس لئے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً جو شخص اپنی صنعت وحرفت سے کماتا ہے نہ صرف یہ کہ خود اسے منافع حاصل ہوتے ہیں؛ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی صنعت وحرفت سے فائدہ پہونچتا ہے، ایسا شخص اپنے پیشہ میں مصروف رہنے کی وجہ سے بہت سی بری باتوں اورلہوولعب سے محفوظ رہتا ہے۔

نیز اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے سے کسر نفسی بھی پیدا ہوتی ہے؛ اس لئے وہ اپنے نفس کی سرکشی سے بچا رہتا ہےاورسب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسا شخص کسی کا محتاج نہیں رہتا، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا اوراسے ایک آبرومند زندگی حاصل رہتی ہے۔

اولاد کی کمائی کھانا

ایک اور حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تم کھاتے ہواس میں سب سے بہتر وہ ہے جوتم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔(ترمذی شریف ۱/۲۵۲، باب ماجاء أن الوالد یاخذ من مال ولدہ، نسائی بحوالہ مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲)

ابوداؤد اوردارمی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ چیز ہے جواسے اس کی کمائی سے حاصل ہوتی ہے، اوراس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

اولاد کو کمائی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ ماں باپ کے آپس کے نکاح کے نتیجہ ہی میں پیدا ہوتی ہے، مذکورہ ارشاد گرامی میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ماں باپ خود کمانے کے قابل نہ ہوں تو ان کے لئے اپنی اولاد کی کمائی کھانا جائز ہے، ہاں اگر ماں باپ خود دست و بازو کی محنت سے اپنے رزق کی راہیں خود بنا سکتے ہوں، تو پھر ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اولاد پر بار بنیں؛ البتہ اگر اولاد یہ چاہتی ہو کہ والدین اس کی کمائی کھائیں، تو بہر صورت اولاد کی کمائی کھانا جائز ہوگا۔(مستفاد: مظاہر حق ۳/۲۳)

بہترین کمائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے، جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اورخریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے

(تاکہ زیادہ نفع ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ (حق) نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وہ وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔ (مستفاد: الترغیب والترہیب ۳/۵۸۶)

پاکیزہ کسب

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو مقبول ہو (یعنی شرعی اصول وقوانین کے مطابق ہو) (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲)

آپ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر تو وہ کسب و پیشہ ہے، جس میں انسان کو اپنے ہاتھوں سے محنت کرنی پڑتی ہو اور اگر کوئی شخص ہاتھوں کی محنت والا کسب اختیار نہ کر سکے تو پھر ایسی تجارت کے ذریعہ اپنی حلال روزی پیدا کرے جس میں دیانت وامانت کی روح بہرصورت کارفرما ہے؛ کیونکہ ایسی تجارت بھی پاک اور حلال کسب (کمائی) ہے۔

مسلمانوں کے لئے معاشی استحکام ضروری

اس دور میں مسلمانوں کے لئے معاشی واقتصادی استحکام بیحد ضروری ہے؛ تاکہ ان سازشوں کا قلع قمع کیا جاسکے جو اس راہ سے مسلمانوں کے خلاف کی جارہی ہے یقیناً مال ودولت کے بارے میں قرآن کریم نے متاع الغرور (دھوکہ کا سامان) فتنہ (آزمائش) اور عدوّ (دشمن) کے الفاظ استعمال کئے ہیں؛ لیکن یہ اسی وقت ہے جب آخرت کو پس پشت ڈال کر فکر معاش کو ہی اصل بنالیا جائے اور حصول دولت کے جائز وناجائز طریقوں کے مابین کوئی خط امتیاز نہ ہو، ورنہ جائز حدود میں رہتے ہوئے مال وزر کی تحصیل اور غربت وناداری سے چھٹکارا پانے کی کوشش مذموم نہیں محمود ہے، مسلمانوں کی موجودہ معاشی واقتصادی حالات کے لئے حضرت سفیان ثوریؒ کا درج ذیل اثر بہت اہمیت رکھتا ہے۔

دولت مومن کے لئے ڈھال ہے

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: کہ گذشتہ زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا (کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں میں زہد وقناعت پسندی بہت زیادہ تھی، علاوہ ازیں اس وقت کے بادشاہوں، حاکموں کی طرف

سے اپنی رعایا کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کا خاص انتظام ہوتا تھا، اور لوگ بلا کسی سعی وکوشش کے اور بغیر کسی الجھن وپریشانی کے گھر بیٹھے قوت لایموت حاصل کر لیتے تھے؛ اس لئے روپیہ پیسہ کمانے اور مال و دولت حاصل کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا) لیکن جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے (کیونکہ آج کل کے لوگوں میں زہد وقناعت کے جذبات مضمحل ہو گئے ہیں اور ضروریات زندگی کی احتیاج کا بہت زیادہ غلبہ ہو گیا ہے؛ علاوہ ازیں اب سلاطین وامراء اور حکومتوں کی طرف سے لوگوں کی کفالت کا کوئی نظم بھی باقی نہیں رہا ہے، نتیجہ کے طور پر اگر کوئی شخص کسب ومحنت کر کے مال حاصل نہ کرے تو اس کو اپنی ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے ان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، جو مالی و اخلاقی مدد واعانت سے زیادہ ذلیل وخوار کرتے ہیں، اس صورت حال میں حلال مال مومن کے لئے بہت بڑی ڈھال ہے، جس کے ذریعہ وہ نہ صرف حرام ومشتبہ معاملات میں پڑنے سے بچتا ہے؛ بلکہ دنیادار امراء اور ظالموں کی مصاحبت وحاشیہ نشینی کی ذلت وخواری سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے)

آگے حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بھی فرمایا: اگر (ہم لوگوں کے پاس) یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتے تو یہ (آج کے سلاطین وامراء ہمیں ذلیل و پامال کر ڈالتے)۔

نیز انہوں نے فرمایا: کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا ہی مال ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس تھوڑے سے مال کو یوں ہی ضائع نہ ہونے دے؛ بلکہ تدبیر وہنرمندی کے ساتھ اس کو کسی تجارت وغیرہ میں لگا کر بڑھانے کی سعی کرے یا اس کو بہت کفایت وقناعت کے ساتھ خرچ کرے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جائے) کیونکہ ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج ومفلس ہوگا تو (دنیا حاصل کرنے کی خاطر) اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے کھونے والا سب سے پہلا شخص وہی ہوگا، حضرت سفیان ثوریؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ حلال مال اسراف کا روادار نہیں ہوتا۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف ۲/۴۵۱)

حضرت سفیان ثوریؒ نے جس عہد میں مسلمانوں کو یہ مشورے دیئے تھے، وہ آج سے بہت زیادہ اچھا عہد تھا اسلامی خلافت وامارت کا زمانہ تھا مسلمانوں کے لئے اقتصادی ومعاشی زندگی کے لئے وہ خطرات بالکل نہیں تھے جو آج ہیں اور نہ مسلمانوں کے سامنے وہ بدترین داخلی وخارجی مسائل تھے، جو آج منہ پھاڑے کھڑے ہیں نہ وہ خفیہ پالیسیاں اور ریشہ دوانیاں تھیں، جن سے آج مسلمان دوچار ہیں؛ لہٰذا کل کے مقابلہ میں آج اس مشورہ پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

کسب معاش میں اعتدال

جہاں آپ نے کسب حلال کی تلقین فرمائی ہے، اس کو سراہا ہے اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے وہیں یہ بھی ہدایت دی ہے کہ اس میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کی جائے، حقیقت یہ ہے کہ دولت کی حرص اور طمع بعض اوقات انسان کے ذہن و دماغ پر جنون و آسیب کی طرح سوار ہو جاتی ہے اور وہ اس میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ حلال و حرام کی ساری حدوں کو پھلانگ جاتا ہے، تہذیب و اخلاق کی دیواروں کو ڈھا دیتا ہے اور خدا فراموشی اور خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دولت مال کی کثرت کا نام نہیں؛ بلکہ قلب کے استغناء کا نام ہے، جو کچھ مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا؛ اس لئے طلب معاش میں اعتدال سے کام لو ’**فاجملوا في الطلب**‘‘. (مجمع الزوائد، کتاب الاکتساب فی طلب الرزق ۴؍۷۱)

غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے خصوصیت سے اس کی تلقین فرمائی اور فرمایا جیسے موت انسان تک پہنچ کر رہتی ہے، اسی طرح رزق انسان تک پہنچ کر رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاکتساب فی طلب الرزق ۴؍۷۱)

اسی لئے قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے جن کے لئے تجارت اور کاروبار نماز وزکوۃ اور ذکر الٰہی کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ ﴿**رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ**﴾ [سورۃالنور:۳۷]

اور اسی لئے حدیثوں میں بازار کو خراب جگہ قرار دیا گیا ہے۔ ’’**أَبْغَضُ الْبُقَاعِ إِلَى اللّٰهِ الْأَسْوَاقُ**‘‘. (تخریج عراقی علی حدیث احیاء ۲؍۸۶)

کسب معاش میں اعتدال یہ ہے کہ فرائض وواجبات سے غفلت نہ ہو، حرام اور ممنوع طریقوں کا ارتکاب نہ ہو، حسد اور رقابت کی آگ سے اپنے سینوں کو نہ جلائے۔ اور دین وآخرت کی فکر کے بجائے صرف طلب دنیا کو اپنی تمام فکر اور عمل کا مقصود ومطلوب نہ بنالے۔ **اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا.**

تجارت عبادت میں خلل انداز نہ ہو

تجارت کی ان صورتوں میں کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے، یہ بھی ہے کہ وہ خالص عبادت

میں خلل کا باعث بنتی ہو، قرآن مجید نے جمعہ کے بارے میں خصوصیت سے تاکید کی کہ جب اذان جمعہ ہو جائے تو نماز کے لئے دوڑ پڑو۔ ﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاۃِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ﴾ [الجمعة:٩]

جمعہ کے لئے چوں کہ زیادہ وقت مطلوب ہوتا ہے اور نماز کے علاوہ خطبہ بھی ہوتا ہے، اس لئے خاص اہتمام سے توجہ دلائی گئی، ورنہ ہر نماز اور عبادت کے لئے یہی حکم ہے۔

اسی طرح مساجد خالصۃً اللہ کے ذکر، دین کی دعوت و تذکیر اور عبادت کی جگہیں ہیں، یہاں خرید و فروخت میں اندیشہ ہے کہ دوسروں کی نماز اور عبادت میں خلل نہ پیدا ہو جائے اس لئے مسجدوں میں خرید و فروخت کو روکا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو مسجد میں فروخت کرتے یا خرید کرتے ہوئے دیکھو تو کہہ دو کہ خدا تمہاری تجارت کو نفع سے محروم کر دے۔ لَا أَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَکَ.

نماز کے وقت صحابۂ کرام کی حالت

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے وقت فوراً کاروبار بند کر کے اللہ کی عبادت کے لئے مسجدوں کی طرف چل پڑتے تھے، اللہ کے ذکر اور نماز کے مقابلہ میں وہ کسی بڑے سے بڑے دنیوی فائدہ کا بھی خیال نہیں کرتے تھے، ان کی اس صفت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكَاةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ. [سورة النور:٣٧]

وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے، ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت بازار والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمرؓ بازار سے گذرے تو نماز کا وقت ہو گیا تھا، لوگوں کو دیکھا کہ دوکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جا رہے ہیں تو فرمایا کہ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن کا یہ ارشاد ہے: ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [النور:٣٧]

عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے صنعت و حرفت یعنی لوہار کا کام

کرتے تھے، اور تلواریں بنا کر بیچتے تھے، پہلے صحابی کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر سودا تولنے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہیں ترازو کو پٹخ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دوسرے بزرگ کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آ گئی تو اگر ہتھوڑا مونڈھے پر اٹھائے ہوئے ہیں تو وہیں مونڈھے کے پیچھے ہتھوڑا ڈال کر نماز کو چل دیتے تھے، اٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب سے کام لینا بھی گوارا نہ تھا، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی بحوالہ معارف القرآن ۶/۴۳۰)

حرام کمائی کھانے پر وعید

حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی ہوگی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (انسانی) گوشت نے حرام آمدنی سے نشو ونما پائی وہ (بغیر سزا بھگتے) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۲)

اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا:

وَكُلُّ لَحمٍ نَبتَ مِنَ السُّحتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلىٰ بِهٖ. (مشكوة شريف ٢٤٢/١)

اور جو گوشت (جسم) مال حرام سے نشو ونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔

الترغیب والترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پاک اور حلال بنا لو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے تو اس کا چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (الترغیب والترہیب ۲/۵۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور اس میں ایک درہم حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز قبول نہیں کرے گا؛ جب تک اس کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا۔ (الترغیب والترہیب ۲/۵۳۶)

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دونوں کان بہرے ہوجائیں اگر میں نے یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے) پاک ہوں۔ (الترغیب والترہیب ۲/۵۳۲-۵۳۳)

اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے، اسی چیز کا حکم تمام مومنین کو بھی دیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ. [المؤمنون:۳۷]

اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو، میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلاَلاً طَیِّبًا. [المائد: ۸۸]

(اے مومنو) تم صرف وہی پاک وحلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طول طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (یعنی اپنے مقاصد کے لئے دعا مانگتا ہے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام، شروع سے اب تک اس کی پرورش حرام ہی (غذاؤں) سے ہوئی، پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔ (مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف ۱/۲۴۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مذکورہ ہدایات وارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صنفِ نازک کے ساتھ

حضور اکرم ﷺ کا برتاؤ

مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی، وادیٔ مصطفیٰ، شاہین نگر، حیدر آباد

یوں تو نبی کریم ﷺ کو اللہ عزوجل نے ساری مخلوقات کے لئے ''نبی رحمت'' بنا کر بھیجا، تو آپ ﷺ کی شانِ رحیمی وکریمی اس ''صنفِ نازک'' پر کیوں سایہ فگن نہ ہوتی، جس کو دنیا ''آبگینہ'' جیسے لطیف ونازک شی ٔ کے ساتھ تشبیہ دیتی ہے، بلکہ نرم اور نازک شی ٔ کے ساتھ دنیا والوں کی رعایت واہتمام بھی زیادہ ہوتا ہے تو آپ کے رحم وکرم سے ''عورت'' کیوں محروم ہوتی، آپ ﷺ کی تعلیمات میں عورت کی رعایت اور اس کی صنفی نزاکت کے ساتھ احکام موجود ہیں، موجودہ دور کا اس صنف نازک کے ساتھ یہ المیہ ہے کہ اس نے عورت کو گھر کی ''ملکہ'' کے بجائے ''شمع محفل'' بنا دیا ہے، اس کی نسوانیت اور نزاکت کو تار تار کرنے کے لئے ''زینتِ بازار'' اور اپنی تجارت کے فروغ کا ''آلۂ کار'' اور ''ذریعہ'' بنا دیا، عورت کے لئے پردہ کے حکم میں دراصل اس کی نزاکت کی رعایت ہی مقصود ہے کہ اسے مشقت انگیز کاموں سے دور رکھ کر اس کو درونِ خانہ کی صرف ذمہ داری سونپی جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ کتاب میں عورتوں کے تعلق سے فرمایا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء: ۱۹) اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔

صنفِ نازک کے ساتھ بہترین برتاؤ کی تاکید

نبی کریم ﷺ نے صنف نازک کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاؤ کی تاکید کی، خود آپ ﷺ بھی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے۔

خود نبیٔ کریم ﷺ نے بھی عورتوں کے ساتھ نیکی، بھلائی، بہترین برتاؤ، اچھی معاشرت کی تاکید

فرمائی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔ (ترمذی: کتاب المناقب: باب فضل ازواج النبی، حدیث: ۳۸۹۵)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (مسلم: کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث: ۱۴۶۸)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین برتاؤ کو کمالِ ایمان کی شرط قرار دیا ہے، حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ (سب کے ساتھ) (اور خاص طور سے) بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف ومحبت کا ہو۔ (المستدرک: کتاب الایمان: حدیث: ۱۷۳)

بیویوں کے ساتھ آپ کا دوستانہ برتاؤ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بیویوں کے ساتھ کس طرح بے تکلف، پرلطف اور دوستانہ تعلقات تھے، اس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں کا علم مجھے ہوجاتا ہے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ: یا رسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو ”لا وربّ محمد“ (محمد کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو ”لا ورب ابراھیم“ (ابراہیم کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم کا نام لیتی ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا: (یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں) نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری: کتاب الأدب: باب مایجوز من الھجر ان من عصی، حدیث: ۶۰۷۸)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہؓ کے گھر میں تھے اور ان کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر پر لائیں اور لاکر حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، اور حضرت سودہؓ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، حضرت سودہؓ کو یہ بات گراں لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لئے انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا، تو حضرت عائشہؓ نے کچھ حلوہ حضرت سودہؓ کے منہ پر مل دیا، حضرت سودہؓ نے حضور سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں آیا ہے کہ: ﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾ یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی بدلے میں اسی کے بقدر برائی کرو؛ لہٰذا بدلہ میں تم بھی ان کے منہ پر حلوہ مل دو؛ چنانچہ حضرت سودہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہرے پر حلوہ ملا ہوا ہے، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو رہا ہے، اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو منہ دھونے کو کہا۔ (مسند ابی یعلی: مسند عائشہ: حدیث: ۴۴۷۶، دار المامون، دمشق، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۴ھ)

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح رجال ہیں، سوائے محمد بن عمرو بن علقمہ کے، ان کی حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: باب عشرۃ النساء: حدیث: ۷۶۸۳)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، تو پیدل دوڑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہوا، تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی، اس کے بعد جب (موٹاپے) سے میرا جسم بھاری ہو گیا تو (اس زمانے میں بھی ایک دفعہ) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہو گیا۔

(ابوداؤد: کتاب الجہاد، باب فی السبق علی الرجل حدیث: ۲۵۷۸)

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ (ایک روز) حبشی نابالغ لڑکے مسجد میں نیزہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کھیل دکھانے کے لئے میرے لئے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، (جو مسجد میں کھلتا تھا) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھتی رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے مسلسل کھڑے رہے؛ یہاں تک کہ (میرا جی بھر گیا) اور میں خود ہی لوٹ آئی۔ (مسلم: باب الرخصۃ فی اللعبۃ التی لامعصیۃ فیہ فی ایام العید: حدیث: ۸۹۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح ورخصتی کے بعد آپ کے پاس آجانے کے بعد بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری سہلیاں تھیں، جب حضرت گھر میں تشریف لائے تو وہ (آپ کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر چھپتیں، تو آپ اُن کو میرے پاس بھجوادیتے اور میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری/ باب الانبساط الی الناس، حدیث:۵۷۷۹)

عورت پر ظلم وزیادتی کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے صنف نازک کو پیٹنے مارنے یا اس کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینے سے سختی سے منع فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے بیوی کے ساتھ دوہرے معیار کو یوں بیان کیا ہے: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچ جائے۔ (بخاری: کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، حدیث:۲۹۰۸)

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیویوں کے حقوق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکیم بن معاویہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: عورتوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ، اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرے پر مارو اور نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو، اس کا موقع آبھی جائے تو یہ گھر میں ہی ہو۔ (ابوداؤد، کتاب النکاح/ باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث:۲۱۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مارنے پیٹنے والوں کو خراب لوگ فرمایا: اپنی بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابن حبان: باب معاشرۃ الزوجین، حدیث:۱۴۸۹) اور خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (مسلم: باب مباعدتہ، حدیث:۲۳۴۸)

عورت کے حقوق کی رعایت کی تاکید

جس طرح مرد یہ چاہتا ہے کہ بیوی اس کے لئے بناؤ وسنگار کرے، اسی طرح مرد کو بھی عورت کے لئے بناؤ سنگار کرنا چاہئے، صاف ستھرا رہنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے

کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ چونکہ ارشادِ باری عز وجل ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرۃ، جزء آیت: ۲۲۸) اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا حق ان پر ہے دستور کے مطابق۔

میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ تو میری تمام حقوق کی ادائیگی کرے، حالانکہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے) (السنن الکبریٰ للبیہقی: باب حق المرأۃ علی الزوج، حدیث: ۱۵۵۰۵)

یعنی جس طرح مرد کو ہر اعتبار سے عورت پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح اسے اخلاق کے اعتبار سے بھی اس پر فضیلت ہونا چاہئے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

كَمَا يُعْجِبُنِي أَنْ تَتَزَيَّنَ لِي زَوْجَتِي يُعْجِبُهَا أَنْ أَتَزَيَّنَ لَهَا. (الفتاوی الهندية: ۲۵۹/۵) جیسے مجھے یہ پسند ہے کہ میری بیوی میرے لئے زینت کرے، اسے بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ میں اس کے لئے زینت کروں۔

آپ ﷺ اپنی بیویوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے

حضراتِ انبیاء علیہم السلام اہل خانہ کی ضروریات کا خیال کرتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، ان کی بیوی بیمار حالت میں ہیں، انہیں سردی لگی اور وقت کے پیغمبر آگ ڈھونڈنے کے لئے چل پڑے، پرودگار کو پسند آیا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ کبھی گھر میں آٹا گوندھ دیتے، گھر کے دیگر ضروریات کو پورا کرتے ،حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں معمولات کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ: ”اپنے سر سے جوں نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کر لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام کرتے جو مرد اپنے گھر میں کرتے ہیں، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا وچھوڑ کر چلے جاتے۔ (ترمذی/ باب ممانی صفة اوانی الحوض حدیث: ۲۴۸۹)

بچیوں کی پرورش کی فضیلت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رحم وکرم نہ صرف بیویوں کے ساتھ مخصوص تھا؛ بلکہ پوری صنف نازک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین برتاؤ کا حکم کیا، قبل از اسلام عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، لڑکی کی پیدائش کو باعث ننگ وعار باور کیا جاتا، جیسا کہ قرآن مجید نے خود اس کی منظر کشی کی ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ، يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ. (سورة النحل: ۵۸)

جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس برائی کی خوش خبری کے سبب سے جو اُسے دی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عورت کو جینے حق دیا اور اس کو معاشرہ میں بلند مقام عطا کیا؛ بلکہ عورت کے وجود کو خیر وبرکت کا باعث اور نزول رحمت کا ذریعہ اور اس کی نگہ داشت اور پرورش کو دخولِ جنت کا ذریعہ بتایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں، پھر جب تک وہ اس کے پاس رہیں یا یہ ان کے پاس رہے اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ دونوں بیٹیاں اس کو ضرور جنت میں داخل کرادیں گی۔ (ابن حبان: باب ما جاء فی الصبر والثواب، حدیث: ۲۹۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح اکٹھے داخل ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

(ترمذی: باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، حدیث: ۱۹۱۴)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ان بیٹیوں کے کسی معاملہ کی ذمہ داری لی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ کی

آگ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔(بخاری: باب رحمۃ الولد، حدیث: ۵۹۹۵)

عورتوں کی کوتاہیوں سے درگذر کا حکم

نہ صرف یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاؤ کا حکم کیا؛ بلکہ اس کی کمی کمزوری اور عورت کے خاص مزاجی کیفیت کی وجہ سے پیدا ہونے والے تکالیف کو انگیز کرنے کی بھی تاکید فرمائی:

اسی کو اللہ عزوجل نے یوں فرمایا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ، فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ شَيْئاً فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً. (النساء: ۱۹)

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گذر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالی اس کے اندر بڑی منفعت رکھ دے۔

اسی کو ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوارِ خاطر ہے؛ اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو ممکن ہے کوئی دوسری عادت پسند آجائے ”لَا يَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، وَإِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ“.

(مسلم / باب الوصية بالنساء حديث: ١٤٦٩)

اِن روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ساتھ خصوصیت سے رحم کرم کا معاملہ فرمایا، اس کی صنفی نزاکت کو ملحوظ رکھ کر اس کے ساتھ رحم وکرم کرنے حکم دیا، اس پر بار اور مشقت ڈالنے سے منع فرمایا، اس پر بے جا سختی سے روکا؛ اس کو قعر مذلت سے نکال کر عزت ووقار کا تاج پہنایا، ماں، بہو، ساس، بیوی وغیرہ کی شکل میں اس کے حقوق عنایت کئے، اس کی تعظیم واکرام کا حکم کیا، اس کی پرورش وپرداخت اور اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کو جنت کا وسیلہ اور ذریعہ فرمایا، یہ صنف نازک کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز وعمل تھا۔

دسترخوانِ نبوی ﷺ: ایک جائزہ

رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ غذائیں

مولانا محمد قمر الزماں ندوی جنرل سکریٹری مولانا علاء الدین ایجوکیشنل سوسائٹی پٹنہ

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ لڑکپن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت تھے، حضرت عمرو بن سلمہ اُم المؤمنین سیدتنا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر اَبو سلمہ کے پہلے لڑکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کی طرح اُن کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ یہی عمرو بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ کھانے کے وقت میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں چکر لگایا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھایا کرو، اور جو قریب ہو (پلیٹ کا جو کنارہ اپنے سامنے ہے) وہیں سے کھاؤ۔ ساری پلیٹ میں ہاتھ نہ گھماؤ؛ لیکن یہ اَدب اُس وقت ہے جب کہ کھانا ایک قسم کا ہو، اگر برتن کے اندر مختلف قسم کی چیزیں رکھی ہوں تو اُس صورت میں اپنی پسند اور مطلب کی چیز لینے کے لئے ہاتھ اِدھر اُدھر دائیں بائیں جائے تو اِس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

چناں چہ حضرت عکراش رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کسی جگہ دعوت میں تشریف لے جانے لگے تو انھوں نے مجھے بھی ساتھ میں لے لیا، جب ہم وہاں پہنچے تو دسترخوان پر ثرید لایا گیا، جب میں نے ثرید کھانا شروع کیا تو میں نے بسم اللہ نہیں پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لو، بسم اللہ پڑھو۔ اس کے بعد مجھ سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ میں کھانے کے دوران ایک نوالہ یہاں سے لیتا، دوسرا آگے سے لیتا، کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری یہ حرکت دیکھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکراش! ''اپنے سامنے سے کھاؤ؛ اِس لئے کہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے، چنانچہ میں نے ایک ہی جگہ سے کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو ہمارے سامنے ایک بڑا تھال لایا گیا،

جس میں قسم قسم کی کھجوریں تھیں، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تلقین فرمائی تھی کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہئے، اس لئے میں صرف اپنے سامنے کی ہی کھجوریں کھاتا رہا، اور میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کبھی یہاں جارہا ہے اور کبھی وہاں جارہا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں ایک ہی جگہ سے کھارہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عکراش! اب جہاں سے چاہو کھاؤ؛ اِس لئے کہ یہ کھجوریں مختلف قسم کی ہیں، اب الگ الگ جگہ سے کھانے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اور نہ کسی کھانے کی برائی کی اور کھانے کی خواہش ہوئی تو کھالیتے اور اگر کھانے کی خواہش نہ ہوئی تو اس کو چھوڑ دیتے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ! ہم کھاتے ہیں؛ لیکن آسودگی نہیں ہوتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، صحابہ نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مل کر کھایا کرو اور اللہ کے نام کا ذکر بھی کیا کرو، تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ آپس میں محبت اور میل جول بڑھانے کا عملی طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا، مل جل کر کھایا کرو۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ دسترخوان پر مل جل کر کھانے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، اور بڑے سے بڑے دشمن کا بھی ایک ساتھ کھانے سے دشمنی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر چپاتی نہیں کھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے۔ عام طور پر گھٹنوں کے بل یا اُکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے، ٹیک لگا کر یا سہارا لگا کر نہ کھاتے تھے۔ کھانا تین انگلیوں سے کھاتے، بسم اللہ سے شروع کرتے، اللہ کی حمد اور تعریف پر ختم فرماتے۔ کھانے میں عام اُصول آپ کا یہ تھا کہ جو حلال غذا سامنے رکھ دی جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے تناول فرمالیتے؛ البتہ اگر طبعاً کوئی چیز مرغوب نہ ہوتی تو اُسے نہ کھاتے، سامنے سے کھاتے، اِدھر اُدھر ہاتھ نہ بڑھاتے، عموماً بھوک باقی رکھ کر کھانا کھاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فرماتے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ غذا کم کھایا کرے، جن کھانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ رغبت تھی اُن میں سے چند یہ ہیں:

گوشت :- گوشت صحت کے لئے مفید غذا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں گوشت پسند فرماتے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا والوں اور جنت والوں دونوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے۔کتبِ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ، دنبہ، اونٹ، گھائے، مرغ اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ایک موقع پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت میں بہترین سالن گوشت ہے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کے گوشت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔اسی طرح ایک روایت کے مطابق کاندھے کا گوشت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پرندوں کا گوشت استعمال کرنا بھی ثابت ہے،دست کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس لئے پسند فرماتے تھے کہ دست کا گوشت جلد گل جاتا ہے۔

ثرید وحلوہ :- ثرید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھی،ثرید اُس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شوربے یا پتلی دال میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے،ثرید کی ایک قسم اور ہے جو میٹھی ہوتی ہے،اُس کو حلوہ بھی کہا جاتا ہے،یہ ستو میں خشک کھجور اور گھی ملا کر مالیدے کی طرح بنایا جاتا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے کھانوں پر ثرید کو فوقیت دیتے تھے اور اسے کھانے کا سردار کہتے تھے۔

کدو :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزیوں میں سب سے زیادہ کدو (لوکی) پسند تھا،حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں،فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ، کھانے میں جو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا،شوربہ میں کدو اور گوشت تھا، میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کرکے نکال لیتے اور تناول فرماتے۔اُسی دن سے میں نے کدو کے بغیر کھانا نہیں کھایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے کدو (لوکی) کا استعمال فرماتے تھے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوکی کھاؤ، یہ دماغ کو تقویت دیتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! جب تم ہانڈی پکانے کے لیے تیار کرو تو اس میں زیادہ مقدار میں کدو ڈال دو؛ اِس لئے کہ کدو دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

سرکہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرکہ بھی پسند تھا،حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اہل خانہ سے دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے،تو اندر سے آواز

آئی سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی لے آؤ، اور تناول فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے جاتے اور فرماتے کہ سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ لوگ غریب (بھوکے) نہیں۔ (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بہترین سالن سرکہ ہے، اے اللہ تو سرکہ میں برکت ڈال، یہ مجھ سے پہلے نبیوں کا سالن تھا، اور وہ گھر غریب نہ ہوگا جہاں سرکہ ہوگا۔

پنیر :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری طلب کی اور اُس سے بسم اللہ پڑھ کر پنیر کاٹا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے استعمال فرمایا۔ الغرض کھانوں میں سے پنیر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔

شہد :- صحت بخش غذا ہے، قرآن نے اُسے "شِفَاءٌ لِلنَّاسِ" کہا ہے، بہت سی بیماریوں کی دوا ہے، شہد کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول و ارشاد سے نکالا جا سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزوں سے صحت حاصل کرو، شہد اور قرآن سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مریضوں کے لیے شہد کو بطور دوا تجویز فرمایا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے پیٹ میں درد ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے شہد پلاؤ۔ وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا؛ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر شہد پلانے کا حکم دیا، دو تین بار ایسا ہی ہوا، جب چوتھی بار آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ نے سچ فرمایا ہے، اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اِس ارشاد کو سن کر وہ شخص چلا گیا اور پھر شہد پلایا، اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

کھجور اور چھوہارا :- کھجور ایک بہترین غذا ہے اور عمدہ میوہ ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزانہ صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے اُسے اس دن جادو اور زہر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایک صحابی اور صحابیہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس

گھر میں (چھوہارا) نہ ہواُس کے رہنے والے بھوکے ہیں، حضرت یزید بن الدعود رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چھوہارا رکھا، اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکی ہوئی تازہ کھجور (رطب) سے روزہ افطار کرتے تھے، اگر وہ نہ ہوتی تو پرانی کھجور (تمر) سے اور اگر وہ نہ ہوتی تو پانی اور ستو سے۔ ایک موقع پر کھجور کی غذائی اہمیت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح نہار منہ کھجوریں کھایا کرو کہ ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ عجوہ کھجور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عجوہ کھجور ہر بیماری کی شفا ہے، نہار منھ کھانے سے یہ زہروں کا تریاق ہے۔ (مسلم شریف)

دودھ:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی بہت پسند تھا، کبھی خالص دودھ نوش فرماتے کبھی اس میں پانی ملالیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بکری کا دودھ استعمال فرماتے، اور گائے کا بھی، گائے کے دودھ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے کا دودھ استعمال کرو، اس میں شفا ہے، اور اس کے گھی میں دوا کی تاثیر ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دودھ کے علاوہ دوسری چیز نہیں جانتا جو کھانے پینے دونوں کے لئے کافی ہو، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے کا دودھ ایک علاج ہے، اور اس سے بنا ہوا مکھن (گھی) ایک دوا ہے۔ بخاری اور مسلم کی متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دودھ نوش فرماتے۔

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غذائی اشیاء کی افادیت بتائی، آج بھی اس کی افادیت مسلم ہے، سائنس نے بھی اس کی تصدیق کردی ہے کہ زندگی کی اور صحت کی تندرستی کے لئے جن غذائی اشیاء کی نشان دہی اسلام نے کی ہے اور جس کی اِفادیت واہمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے وہ صحت اور زندگی کے لئے لازم ہے، ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن غذاؤں کو پسند فرماتے تھے ہم بھی ان کو پسند کریں؛ کیونکہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا ایک حصہ ہے، اللہ ہم سب کو نبویؐ غذا استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَولیاتِ صحابہؓ:

اُم المؤمنین سیدتنا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

مولانا مفتی ابوجندل قاسمی استاذ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفر نگر یوپی

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی ہِنْد ہے، بعض رملہ بھی کہتے ہیں، مگر پہلا نام ہی صحیح ہے، ام سلمہ کنیت، قریش کے خاندان بنومخزوم سے تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیر ہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، والد کا نام حذیفہ یا سہل یا سہیل، کنیت ابوامیہ، اور ''زاد الراکب'' یا ''زاد الرکب'' (اہل قافلہ کے زادِراہ کے ذمہ دار) سے مشہور تھے؛ کیوں کہ وہ بہت فیاض اور سخی تھے، سفر میں جاتے تو تمام قافلہ والوں کی دعوت کرتے اوران کا خرچ برداشت کرتے، قافلے والوں کوتوشہ لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ والدہ کا نام ''عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک'' تھا، قبیلہ بنوفراس سے تعلق رکھتی تھیں۔ (الروض الانف ۲/۱۰۶، الاصابہ وحاشیتہ ۸/۴۰۴، الاستیعاب ۲/۵۷۰-۵۷۱، طبقات ابن سعد ۱۰/۸۵)

پہلا نکاح

حضرت ام سلمہؓ کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جو حضرت ام سلمہؓ کے چچازاد بھائی ہیں، ہلال اور مغیرہ دونوں حقیقی بھائی تھے، ہلال مخزومی کے پوتے ابوسلمہ عبداللہؓ ہیں، اور مغیرہ مخزومی کی پوتی ام سلمہؓ ہیں، جیسا کہ دونوں کے سلسلۂ نسب سے ظاہر ہے۔

اِسلام وہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آغاز نبوت میں ہی اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں، اوران کے ساتھ ہی حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کیں، کچھ روز کے بعد مکہ مکرمہ واپس آگئیں اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، اور ہجرت میں آپ کو اور آپ کے شوہر کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اُنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی، بیعت عقبۂ ثانیہ سے بھی ایک سال قبل (بیعت عقبۂ اُولیٰ کے فوراً بعد) اُنھوں نے ہجرت کی، ایک

قول یہ ہے کہ آپؓ اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت نہ کرسکیں؛ بلکہ آپؓ کو راستے سے ہی واپس آنا پڑا، جس کا واقعہ نہایت عبرت انگیز و رقت آمیز ہے۔ (طبقات ابن سعد ۲۲۱/۳، سیرت ابن ہشام ۲۹۰/۲، اسد الغابہ ۲۹۵/۳، ترجمہ ۳۰۳۸، فتح الباری/ باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ ۶۶۶/۸)

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کرنے کا فیصلہ کرلیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر سوار کر کے چل دیئے ،لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنو مغیرہ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہے؛ لیکن لڑکی ہماری ہے؛ لہٰذا ہم اس کو تمہارے ساتھ نہ جانے دیں گے، یہ بات دیکھ کر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو اسد نے کہا کہ جب تم لڑکی نہیں جانے دیتے تو لڑکا ہمارا ہے، اس لئے وہ سلمہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے چھیننے لگے، اب سلمہ کو دونوں فریق نے کھینچنا شروع کردیا، جس کی وجہ سے سلمہ کا ہاتھ بھی اتر گیا، بالآخر اس کو بنو اسد لے گئے، اس طرح یہ تین جگہ ہوگئے، ابوسلمہؓ مدینہ منورہ چلے گئے، ام سلمہؓ اپنے قبیلے بنو مغیرہ کے پاس مکہ مکرمہ میں اور سلمہ بنو اسد کے پاس مکہ مکرمہ میں، اس لئے حضرت ام سلمہؓ کی بے قراری اور آزمائش مزید بڑھ گئی، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ بے قرار ہوکر روزانہ صبح کے وقت مقام ''ابطح'' کی طرف نکل جاتیں، اور پورے دن وہاں بیٹھ کر روتی رہتیں، خود فرماتی ہیں کہ کم وبیش ایک سال اسی حال میں گذر گیا تا آنکہ ایک روز میرے چچازاد بھائیوں میں سے ایک وہاں سے گذرا اور اس کو میرے حال پر رحم آیا، اس نے میرے قبیلے بنو مغیرہ سے کہا کہ کیا تم کو اس کے حال پر رحم نہیں آتا، تم نے اس غریب پر ظلم کر رکھا ہے، تم لوگوں نے اس کو خاوند اور بیٹے دونوں سے جدا کردیا ہے، چنانچہ اس کے کہنے سننے پر میرے اہل قبیلہ نے اجازت دیدی کہ تم اپنے شوہر کے پاس جاسکتی ہو، یہ دیکھ کر بنو اسد نے بھی میرا بیٹا میرے حوالہ کردیا، میں نے اونٹ کا انتظام کر کے بیٹے کو گود میں لیا اور اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ منورہ روانہ ہوگئی، میں بالکل اکیلی تھی اور کوئی رفیق سفر نہ تھا، دل میں کہا کہ کوئی رفیق سفر مل جائے تو اچھا ہے تاکہ میں اپنے شوہر کے پاس پہنچ جاؤں، جب تنعیم میں پہنچی تو اتفاق سے میری ملاقات ''عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ'' سے ہوگئی جو قبیلہ بنو عبد الدار کے ہیں، انہوں نے کہا ''اے ابوامیہ کی بیٹی کہاں کا قصد ہے''؟ میں نے کہا کہ ''مدینہ کا ارادہ ہے''، پوچھا ''تمہارا کوئی رفیق سفر ہے''؟ میں نے کہا کہ ''سوائے اللہ اور اس بچہ کے اور کوئی نہیں''، انہوں نے کہا ''پھر تو تمہاری کوئی منزل نہیں'' اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا، جب کسی منزل پر پہنچتا تو اونٹ کو

بٹھا کر خود ایک طرف ہو جاتا، پھر جب کوچ کا وقت ہوتا تو اونٹ کے پاس آکر کجاوہ رکھتا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا کہ سوار ہو جاؤ، جب میں سوار ہو کر اچھی طرح بیٹھ جاتی تو پھر عثمان بن طلحہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیتا، وہ اسی طریقے سے چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے، جب قبا میں اس نے بنوعمرو بن عوف کی بستی دیکھی تو کہنے لگا کہ تمہارا خاوند یہیں ٹھہرا ہوگا، اور فی الواقع وہ وہیں ٹھہرے ہوئے تھے، چنانچہ میں وہیں اتر گئی، اور عثمان بن طلحہ وہاں سے مکہ مکرمہ لوٹ گیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ قبولِ اسلام کے بعد سب سے زیادہ تکالیف ابوسلمہؓ کے خاندان کو پیش آئیں، اور میں نے عثمان بن طلحہ جیسا کریم النفس رفیق سفر نہیں دیکھا۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۲/۲۹۱، اسد الغابہ ۷/۳۲۹، ۳۳۰۔ الاصابہ ۸/۴۰۴، ۴۰۵)

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب قبا پہنچیں تو لوگوں نے ان کے بارے میں معلوم کیا اور جب آپؓ نے یہ بتلایا کہ ابوامیہ بن المغیرہ کی بیٹی ہوں تو لوگوں نے اعتبار نہیں کیا بلکہ تکذیب کی، لیکن جب وہ لوگ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گئے اور اس بات کی تحقیق ہوگئی کہ حضرت ام سلمہؓ اپنی بات میں سچی ہیں تو ابوامیہ کی شہرت اور عزت کی وجہ سے آپ کی بھی وقعت وعزت ہونے لگی۔ (مسند احمد ۴۴/۲۳۳ حدیث: ۲۶۶۱۹، اصح السیر ص: ۵۷۸)

وفاتِ ابوسلمہ، نکاحِ ثانی ودیگر حالات

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کئی سال اپنے شوہر نامدار حضرت ابوسلمہؓ کے ساتھ رہیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں بازو پر ایک زخم لگا، اس کا علاج کیا، زخم ٹھیک ہوگیا، اوائل محرم الحرام ۴ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ طُلَیحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا، ۲۹/روز کے بعد ۸/صفر ۴ھ کو واپسی ہوئی، واپسی کے بعد وہ زخم پھر جاری ہوگیا، اور اسی زخم کی وجہ سے آپؓ نے صحیح قول کے مطابق جمادی الاخری ۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ۱۰/۸۵، اصح السیر ۱۱۵، ۵۷۸، سیرۃ المصطفی ۳/۳۰۴)

حضرت ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد خوب رونے کا ارادہ کیا، لیکن نبی کریمؐ کے منع فرمانے پر باز آگئیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جب کسی مسلمان کو کوئی

مصیبت پہنچے اور وہ اس طرح کہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ أَجِرْنِيْ فِيْ مُصِیْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَیْرًا مِنْھَا.

بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما۔

تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مصیبت میں اجر عطا فرماتے ہیں اور اس سے بہتر بدلہ عطا فرماتے ہیں، جب حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ''ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوسکتا ہے'' لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ کلمات کہہ لئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے بہتر یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم ۱/۳۰۰، ۳۰۱۔ کتاب الاذکار للنووی ص ۱۱۸)

واضح رہے کہ مندرجہ بالا حدیث شریف مختلف الفاظ سے مروی ہے، چناں چہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے حالات کے ذیل میں دعا کے الفاظ میں کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح بعض دوسری روایات میں کچھ اور بھی الفاظ آئے ہیں، چناں چہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں یہ الفاظ مروی ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَہٗ وَأَعْقِبْنِيْ مِنْہُ عُقْبیٰ حَسَنَۃً''. (مسلم شریف / باب مایقال عند المریض والمیت ۱/۳۰۱، ترمذی شریف / باب ما جاء في تلقین المریض الخ ۱/۱۹۲)

حضرت زیاد بن ابی مریمؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوسلمہؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر کوئی شوہر مرجائے اور بیوہ دوسری شادی نہ کرے، اور دونوں جنت میں جائیں تو اللہ تعالیٰ جنت میں بھی ان کا رشتہ برقرار رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر بیوی مرجائے اور شوہر دوسری شادی نہ کرے تو دنیا کا یہ رشتہ جنت میں بھی باقی رہتا ہے؛ لہٰذا آیئے ہم دونوں عہد کریں کہ ہم دونوں میں سے جو پہلے مرجائے تو دوسرا شادی نہیں کرے گا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ: کیا تم مجھ سے عہد کرنے کو تیار ہو؟ میں نے کہا: بالکل تیار ہوں، اس پر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا انتقال پہلے ہوجائے تو تم شادی کرلینا، اور اس کے بعد یہ دعا بھی کی کہ: ''اے اللہ! میرے بعد اُم سلمہ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما جو اُن کو نہ غم پہنچائے نہ تکلیف۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان سے بہتر کون ہوسکتا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آیا۔ (طبقات ابن سعد ۱۰/۸۶)

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھیں، وضع حمل پر (بعض حضرات نے لکھا ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گزاری) عدت گذرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے انکار کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیغام دیا، ان کو بھی انکار کردیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ یا حضرت عمرؓ کو پیغام نکاح لے کر بھیجا، تو حضرت ام سلمہؓ نے چار عذر پیش کئے:

(۱) میرے اندر غیرت بہت زیادہ ہے (مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بھی ہیں، تو یہ بات میری غیرت کے خلاف ہے) (۲) صاحبِ عیال ہوں (۳) میری عمر زیادہ ہے (۴) یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ غیرت کے سلسلہ میں میں دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ تمہاری اس غیرت کو ختم فرمادے گا۔ اور بچوں کی اللہ تعالیٰ کفالت فرمائیں گے۔ رہی بات عمر کی تو میں تم سے بڑا ہوں۔ اور یہ بات کہ کوئی ولی موجود نہیں تو تیرا کوئی ولی اس نکاح کو ناپسند نہیں کرے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اَب کیا عذر ہوسکتا تھا؟ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بیٹے عمر (۱) سے کہا کہ میرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کردو، اُنھوں نے نکاح کردیا۔ (صحیح مسلم ۱/۳۰۰، سنن النسائی/ باب النکاح الابن امہ ۲/۶۳، مسند احمد ۴۴/۲۶۰-۲۶۸ حدیث: ۲۶۶۶۹-۲۶۷۲۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مہر میں کچھ سامان عنایت فرمایا، جس کی قیمت ۱۰/درہم یا چالیس درہم تھی، ایک یا دو چکیاں، ایک یا دو گھڑے، ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک بڑا پیالہ، ایک رکابی۔ واللہ اعلم (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۴/۴۲۸، مسند احمد ۴۴/۱۵۰-۲۶۹ حدیث: ۲۶۵۲۹-۲۶۶۶۹)

آپ بہت زیادہ غیرت دار تھی، شروع میں جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے فرطِ غیرت سے اپنی لڑکی زینب کو گود میں بٹھالیا، کئی مرتبہ ایسا ہی ہوا، اُن کے رضاعی بھائی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے، اور لڑکی کو چھین کر لے گئے، بعد میں یہ غیرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے کم ہوتی گئی، اور دوسری اَزواجِ مطہراتؓ کی طرح رہنے لگیں۔ (مسند احمد ۴۴/۱۵۰-۱۵۱ حدیث: ۲۶۵۲۹، طبقات ابن سعد ۱۰/۸۸)

فضل وکمال

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت ہوشیار، صاحب الرائے وصائب الرائے اور کمال عقل والی خاتون تھیں، جس پر صلح حدیبیہ کا واقعہ شاہد عدل ہے کہ چونکہ صلح کی شرطیں بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھی، اس لئے تمام لوگ نہایت رنجیدہ اور دل شکستہ تھے، اس لئے صلح کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سر منڈانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا، تو عاشق زار ہونے کے باوجود کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا، حالانکہ تین مرتبہ آپ نے یہ حکم دیا، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ کے اندر تشریف لے گئے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ فرمایا (قربان جائیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر، اللہ تعالیٰ ان کو پوری امت کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے، آمین) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں؛ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ دلبر داشتہ ہیں؛ البتہ آپ باہر نکل کر ان کے سامنے سر منڈ والیں اور اپنی قربانی فرمادیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا، پھر کیا تھا آپ کو دیکھ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی قربانی کردی اور سر منڈ والیا۔ (الروض الانف ۴/۵۴، الاصابہ ۸/۴۰۶)

اسی طرح علمی حیثیت سے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت بلند رتبہ تھیں، حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات اَحادیث شریفہ کا مخزن تھیں، مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ (طبقات ابن سعد ۲/۳۲۳)

چناں چہ روایاتِ احکام، قرآن کریم کی قرأت کی کیفیت اور تفسیرِ قرآن کے سلسلے کی متعدد روایات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے کتب حدیث میں مروی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ اسامہ بن زید۔ ہند بنت الحارث الفراسیہ۔ عمر ابن ام سلمہ۔ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہم۔ مصعب بن عبداللہ۔ عبداللہ بن رافع۔ نافعؒ۔ خیرۃ والدۂ حسن بصریؒ۔ صفیہ بنت شیبہ۔ سلیمان بن یسارؒ۔ ابوعثمان نہدیؒ۔ حمید طویل۔ سعید بن المسیبؒ۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحب زادے ابوسلمہ وحمید۔ ابووائل۔ عروۃ بن الزبیرؒ، کریب مولیٰ ابن عباس۔ قبیصہ بن ذویب۔ عکرمہ۔ اور صفیہ بنت محصن وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (الاصابہ ۸/۴۰۶)

تعداد مرویات

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸/احادیثِ شریفہ مروی ہیں، جن میں متفق علیہ روایات کی تعداد ۱۳، صرف صحیح بخاری میں تین اور صرف صحیح مسلم میں ۱۳/اور دیگر کتب حدیث میں ۳۴۹/احادیث ہیں۔ (رحمۃ للعالمین ۲/۱۶۶)

اَخلاق وعادات

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اعراض فرمایا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو فوراً اُتار دیا، ہر ہفتہ میں تین دن دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتیں، پہلے شوہر کی اولاد ساتھ تھی، نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتیں، ان پر خرچ کرتیں اور ثواب کی امیدوار رہتی تھیں۔ (صحیح بخاری ۱/۱۹۸، حدیث ۱۴۶۷، مسند احمد ۴۴/۲۵۰-۳۹۱ حدیث: ۲۶۶۴۰-۲۶۷۳۵)

اتباعِ سنت میں بھی اعلیٰ مقام تھا، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "یَا أَیُّهَا النَّاسُ" فوراً باندی سے (جو آپ کے سر میں کنگھی کر رہی تھی) کہا کہ ٹھہر جاؤ اور بالوں کو باندھ کر خطبہ سنا۔ (صحیح مسلم ۲/۲۵۰، مسند احمد ۴۴/۱۶۹ حدیث: ۲۶۵۴۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی، چناں چہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ دراصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، وہ) فرماتے ہیں کہ مجھ کو جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آزاد کیا تو یہ شرط لگائی کہ جب تک زندگی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنی ہوگی۔ نیز اسی محبت کا اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال بطور تبرک رکھ رکھے تھے، جن کی کبھی کبھی لوگوں کو زیارت کرایا کرتی تھیں۔ (مسند احمد ۴۴/۳۰۳، حدیث: ۲۶۷۱۱، صحیح بخاری ۲/۸۷۵ حدیث: ۵۸۹۷)

حلیہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت حسین وجمیل خاتون تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کو ان کے حسن کا حال معلوم ہوا تو رشک آیا، فرماتی ہیں کہ ان کی خوبصورتی کا حال سن کر میں نے ان کو دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے زیادہ خوبصورت پایا، اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا تذکرہ کیا، بال بہت زیادہ گھنے تھے۔ (الاصابہ ٤٠٦/٨، سیرۃ المصطفی ٣٠٧/٣)

وفات

سن وفات میں اختلاف ہے، واقدیؒ کے نزدیک ۵۹ ھ میں، ابن حبانؒ کے نزدیک ٦١ ھ کے اواخر میں، بقول ابونعیمؒ ٦٢ ھ میں اور بعض کے نزدیک واقعۂ حرّہ کے سال یعنی ٦٣ ھ میں ٨٤؍ برس کی عمر میں ازواجِ مطہرات میں سب سے بعد میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ایک روایت کے مطابق حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، آپؓ کے دو صاحب زادے عمر اور سلمہ نیز عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وہب بن زمعہ نے قبر میں اتارا، اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ (الاصابہ ٤٠٧/٨۔ الاستیعاب ٥٧١/٢۔ طبقات ابن سعد ٩٤/١٠۔ اصح السیر ص ٥٨١)

فضائل ومناقب

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورۂ احزاب کی آیت: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو بلا کر اپنی چادر میں لپیٹ لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لپیٹ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: ”اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا“ ۔ اے اللہ! یہ لوگ بھی میرے اہلِ بیت ہیں ان کو بھی پاک وصاف فرما دیجئے۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی ان کے ساتھ ہوں (لہٰذا مجھے بھی دعا میں شامل فرمالیجئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ“۔ یعنی تم تو اہلِ بیت میں ہو ہی، اور تم خیر وبھلائی پر ہو۔ (جامع ترمذی ١٥٥/٢-١٥٦)

عبدالرحمٰن بن شیبہ، یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب اور امام التفسیر مجاہد رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مردوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے، لیکن عورتوں کا ذکر نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کی اس طلب اور خواہش پر سورۂ احزاب کی یہ آیتِ کریمہ: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ نازل ہوئی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوکر اس آیت کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سنایا۔ (تفسیر ابن کثیر ۶/۳۷۱ بیروت، سورۂ احزاب آیت ۳۵) رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاطب نام، والد کا نام عمرو، سلسلۂ نسب یہ ہے: حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی۔ لؤی بن غالب پر جاکر نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، ماں کا نام اسماء بنت الحارث بن نوفل، قبیلۂ ''اشجع'' سے تعلق رکھتی تھیں، آپ سہیل بن عمرو (صاحبِ صلح حدیبیہ) سکران بن عمرو (ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر) اور سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین کے بھائی ہیں۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین میں سے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد بقول محمد بن اسحاقؒ و واقدیؒ ملکِ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کی، نیز ایک قول کے مطابق آپؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے، پھر مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، مدینہ منورہ میں رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہی ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔

آپؓ غزوۂ بدر و احد میں شریک ہوئے، مگر اس کے بعد کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۵، ۳۷۶۔ الاستیعاب ۱/۱۸۸، ترجمہ ۴۷۰، باب حاطب۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۶، ترجمہ ۱۵۴۶۔ اسد الغابہ ۱/۶۶۲، ترجمہ ۱۰۱۴) رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

کتاب المسائل:

مفتی محمد سلمان منصور پوری

لعان کے مسائل

آیاتِ لعان کا شانِ نزول

اِسلام ہر طرح کی بے حیائی اور فحاشیت کا سخت مخالف ہے، اِسی لئے اِسلامی حکومت میں زنا کے اِرتکاب پر سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ پس اگر کنوارے مرد وعورت سے زنا کا صدور ہو، اور اقرار یا چار مردوں کی گواہی سے اُس کا شرعی عدالت میں ثبوت ہو جائے، تو بر سر عام ایسے مجرموں کو سو سو کوڑے لگانے کا حکم ہے۔

اور اگر یہ جرم شادی شدہ مرد یا عورت سے صادر ہو، اور شرعی ضابطوں سے اُس کا ثبوت ہو جائے، تو پھر رجم کی سزا ہے۔ یعنی ایسے مرد یا عورت کو پتھروں سے اتنا مارا جائے کہ اُس کی جان جاتی رہے۔

اور چوں کہ یہ سزائیں بہت سخت ہیں، اور اِس کا بہت اِمکان ہے کہ کوئی شخص کسی سے دشمنی نکالنے کے لئے کسی پر زنا کی تہمت لگادے، اور اِس بہانے اُس پر حد زنا جاری کردی جائے، اِس لئے شریعت اسلامیہ نے اِس سزا کے غلط استعمال پر روک لگانے کے لئے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگائے، تو اُسے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ۴؍ عینی گواہ پیش کرنے پڑیں گے، جو اِس طرح صاف صاف گواہی دیں کہ اُس میں کوئی جھول نہ ہو۔ اگر تہمت لگانے والا شخص گواہیوں کا یہ نصاب پورا نہ کرسکے تو اُس پر حد قذف جاری ہوتی ہے، یعنی ۸۰؍ کوڑے لگائے جاتے ہیں؛ تاکہ کوئی خواہ مخواہ کسی پاک دامن مرد یا عورت پر برائی کی تہمت نہ لگا سکے۔

اَب واقعہ یہ پیش آیا کہ جب حد قذف کی آیات نازل ہوئیں تو انصار مدینہ کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (جو بہت غیرت مند صحابی تھے) نے بڑے تعجب سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ: ’’کیا واقعۃً اِسی طرح آیت نازل ہوئی ہے؟ مجھے اِس بات پر تعجب ہے کہ اگر میں کسی کمینے کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں، تو میں جب تک ۴؍ گواہ نہ لے آؤں، میں اُس سے کوئی تعرض نہ کروں، حالاں کہ جتنی دیر میں میں گواہ ڈھونڈ کر لاؤں گا، اتنے میں وہ کمینہ اپنا کام پورا کر چکا ہوگا‘‘۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وفور غیرت میں یہ فرمایا کہ: ’’ایسے کمینے شخص پر تو میں تلوار سے ایسا وار کروں گا کہ وہ بچ نہیں پائے گا‘‘۔ (مسلم شریف ۱؍۴۹۱)

اِس بات کو کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ ایک صحابی ’’ہلال بن اُمیہؓ‘‘ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، کہ اُنہوں نے خود اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کو دوسرے مرد کے ساتھ مبتلا دیکھا، صبح کو جب یہ بات عام ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ اَب ہلال بن اُمیہؓ پر حد قذف جاری ہوگی، تو حضرت ہلال بن اُمیہؓ نے فرمایا کہ چوں کہ میں بالکل سچا ہوں، تو مجھے امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے لئے کوئی بچاؤ کا راستہ نکالیں گے۔

چناں چہ اِسی موقع پر لعان سے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ.

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں، اور اُن کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو، تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر ۴؍ مرتبہ گواہی دے کہ یقیناً وہ شخص سچا

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ. وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ. وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ. (النور: ٦-٩)

ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اُس پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ اور عورت سے سزا ہٹ جائے گی اِس طرح کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر ۴؍مرتبہ یہ گواہی دے کہ یقیناً وہ (تہمت لگانے والا مرد) جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہ اگر وہ شخص سچا ہے تو اُس عورت پر اللہ کا غضب ہو۔

اِن آیات کے نزول کے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو بشارت سنائی، اور پھر اُن کی بیوی کو بھی بلوایا، اور اُس کے سامنے بھی آیات پڑھ کر سنائیں، پھر دونوں کو نصیحت کی کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے۔ تو حضرت ہلالؓ نے فرمایا کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں، مگر عورت نے اُن کے دعویٰ کی تکذیب کی۔ چناں چہ آپ نے لعان کا حکم دیا، اولاً حضرت ہلالؓ نے ۴؍مرتبہ گواہی دی کہ وہ سچے ہیں، اور پانچویں مرتبہ جب آپ لعنت کے الفاظ کہنے جارہے تھے، تو پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا، مگر اُنہوں نے فرمایا کہ میں بالکل سچا ہوں، اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہیں دیں گے، پھر اُنہوں نے لعنت والے کلمات ادا فرمائے۔ اُس کے بعد اُن کی بیوی سے اِس بات پر ۴؍مرتبہ گواہیاں لی گئیں کہ حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، اور پانچویں مرتبہ غضب کے کلمات کہنے سے پہلے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کو تنبیہ فرمائی، تو اِس پر وہ کچھ دیر ٹھٹکی، اور اعترافِ جرم کا کچھ ارادہ کیا؛ لیکن پھر کہنے لگی کہ میں اپنے خاندان کو رسوا نہ کروں گی، اور یہ کہہ کر پانچویں گواہی کے کلمات بھی اُس نے ادا کردئے۔

اُس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اِن دونوں میاں بیوی میں تفریق کردی جائے اور اِس عورت کا بچہ باپ کی طرف منسوب نہ ہو، اور نہ ہی اُس بچہ کو کوئی ولد الزنا ہونے کا طعنہ دے......الخ۔

نیز بعض روایات میں میں حضرت عویمہ عجلانی کے متعلق بھی لعان کا واقعہ منقول ہے۔ (تلخیص از: تفسیر ابن کثیر مکمل/سورۂ نور ۹۲۶-۹۲۷ دار السلام ریاض، بخاری شریف ۲/۶۹۵، مسلم شریف ۱/۴۹۰، سنن ابی داؤد ۱/۳۰۶-۳۰۷)

اِس پورے واقعہ سے اِس نازک معاملہ میں اِسلام کے صاف شفاف اور بصیرت اَفروز نظریہ کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں ایک طرف زوجین کی عزتِ نفس کا خیال رکھا گیا ہے، وہیں بچہ کے مستقبل کو بھی تابناک رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ایسے پیچیدہ مسئلہ کا حل اِسلام کے علاوہ کسی اور شریعت میں ملنا دشوار ہے۔

لعان کے لغوی معنی

لعان کے لغوی معنی ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے اور دھتکارنے کے آتے ہیں۔

هو لغة: مصدر لعن، لاعن كقاتل، من اللعن، وهو الطرد والإبعاد. (الدر المختار مع الشامي ١٤٨/٥ زكريا)

لعان کی اصطلاحی تعریف

لعان کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ مرد (شوہر) قسم کے ساتھ گواہی کے چار کلمات کے ذریعہ اپنی سچائی کا دعویٰ

کرے، اور پانچویں گواہی میں اپنے اوپر جھوٹے ہونے کی شکل میں لعنت بھیجے۔

اورعورت (بیوی) قسم کے ساتھ مرد کے جھوٹے ہونے پر چار مرتبہ گواہی کے کلمات بولے، اور پانچویں مرتبہ مرد کے سچے ہونے کی صورت میں اپنے اوپر اللہ کے غضب کا اقرار کرے۔

مرد کے حق میں یہ گواہیاں حد قذف کے قائم مقام ہوں گی، اور عورت کے حق میں حد زنا کے درجہ میں ہوں گی۔

وشرعًا شهادات أربعة كشهود الزنا، مؤكداتٌ بالأيمان مقرونةً شهادته باللعن، وشهادتها بالغضب ...... الخ. قائمةً شهاداته مقام حد القذف في حقه. وشهاداتها مقام حد الزنا في حقها، أي إذا تلاعن سقط عنه حد القذف، وعنها حد الزنا. (الدر المختار مع الشامي ۱۴۹/۵ زکریا)

اَب ذیل میں لعان سے متعلق مزید ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں:

لعان جاری ہونے کی شرطیں

لعان کا حکم اُسی وقت جاری ہوگا جب کہ درج ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) زوجین کا آزاد ہونا۔

(۲) عقل مند ہونا۔

(۳) بالغ ہونا۔

(۴) مسلمان ہونا۔

(۵) بولنے کی صلاحیت ہونا۔ (لہٰذا زوجین یا اُن میں سے کوئی ایک گونگا ہو تو لعان کا حکم نہ ہوگا)

(۶) کسی کا محدود فی القذف نہ ہونا۔ (پس اگر زوجین میں سے کسی پر بھی پہلے حد قذف یا عورت پر حد زنا جاری ہو چکی ہو تو لعان نہ ہوگا)

(۷) مرد کی طرف سے بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت لگانا، یا بچہ کا انکار کرنا۔

(۸) شوہر کی طرف سے اپنے دعویٰ پر بینہ قائم نہ کرنا۔

(۹) عورت کی طرف سے صراحۃً زنا کا انکار پایا جانا۔

(۱۰) زوجین میں ازدواجی رشتہ برقرار رہنا۔ (پس مطلقہ بائنہ یا مردہ بیوی سے لعان نہ ہوگا)

(۱۱) زوجین میں نکاح صحیح پایا جانا۔ (پس اگر نکاح فاسد ہو تو لعان نہ ہوگا)

(۱۲) یہ واقعہ دارالاسلام میں پیش آنا۔ (لہٰذا جس ملک میں اسلامی نظامِ حدود و قصاص جاری نہ ہو

وہاں لعان کا حکم بھی جاری نہ ہوگا)

وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحًا لا فاسدًا. (الدر المختار) وفي الشامي: فلا لعان بقذف المنكوحة فاسدًا أو المبانة ولو بواحدةٍ، بخلاف المطلقة رجعيةً، ولا بقذف زوجته الميتة. ويشترط أيضًا الحرية والعقل والبلوغ والإسلام والنطق وعدم الحد في قذفٍ، وهٰذه شروطٌ راجعةٌ إليهما، ويشترط في القاذف خاصةً عدم إقامة البينة علىٰ صدقهٖ، وفي المقذوف خاصةً وجود الزنا منها وعفتها عنه، ويشترط أيضًا كون القذف بصريح الزنا، وكونه في دار الإسلام، هٰذا حاصل ما في البحر عن البدائع، ونفي الولد بمنزلة الصريح الزنا. (شامي ١٤٩/٥-١٥٠ زكريا)

لعان کا سبب

لعان کا حکم اُسی وقت جاری ہوگا جب کہ شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی ایسی تہمت لگائی جائے کہ اگر اُس طرح کی تہمت کسی اجنبی عورت پر ثابت ہوتو وہ حد زنا کی مستحق قرار پائے۔

وسببه: قذف الرجل زوجته قذفًا، يوجب الحد في الأجنبية ...... الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ١٤٩-١٥٠ زكريا)

لعان کا حکم

لعان کا حکم یہ ہے کہ اگر زوجین لعان کے کلمات کہہ لیں اور مقررہ قسمیں کھالیں، تو اُن کے درمیان کسی طرح کا اِزدواجی تعلق حلال نہیں رہتا۔ (البتہ اگر بعد میں کبھی حکم لعان مرتفع ہوجائے، مثلاً شوہر اپنے دعویٰ سے رجوع کرلے، یا اُس پر کسی اور پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف جاری ہوجائے، یا وہ عورت خود زنا کی مرتکب ہوجائے، تو اُس مرد کے لئے مذکورہ عورت سے نکاح حرام نہیں رہتا)

وحكمه: حرمة الوطء والاستمتاع بعد التلاعن، ولو قبل التفريق بينهما، لحديث: ”المتلاعنان لا يجتمعانِ أبدًا“. (الدر المختار) أي ما دام حكمه باقيًا، فلو خرجا أو أحدهما عن أهلية اللعان لهٗ أن ينكحها كما يأتي. (شامي ١٥٠/٥ زكريا)

وإن أكذب نفسَه ...... الخ، حُدَّ للقذف، وله بعد ما كذّب نفسَه أن ينكحها حُدَّ أولىٰ. وكذا إذا قذف غيرها أو صدقته أو زنتْ وإن لم تُحد لزوال العفة، والحاصل أن له تزوُّجها إذا خرجا أو أحدُهما عن أهليةِ اللعانِ. (الدر المختار ١٥٩/٥-١٦٠ زكريا) ☐☐

جامعہ کے شب وروز

مہتمم جامعہ کے اسفار واصلاحی پروگرام: ۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کوحضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب کے پوتے کی دعوتِ عقیقہ میں دیوبند تشریف لے گئے اور شرکت فرمائی۔ ۶؍جنوری کوموضع مہر کا پٹی نزد گجرولہ میں ایک مسجد کا نماز جمعہ سے افتتاح فرمایا۔ ۸؍جنوری کو بنگلہ دیش تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اصلاحی پروگراموں میں شرکت اور خطاب فرمایا، اور ۱۲؍جنوری کو بعافیت واپسی ہوئی۔ ۲۰؍جنوری کو کنارے والی مسجد محلّہ بروالان میں سیرت سے متعلق خطاب فرمایا۔

واردین وصادرین:- اِس ماہ جامعہ میں درج ذیل مہمانانِ گرامی کی تشریف آوری ہوئی: شیخ عماد الہاشمی سعودی عرب، مولانا اخلد رشیدی صاحب مدینہ منورہ، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب پاکستان، قاری محمد یوسف صاحب پاکستان، حاجی ہارون رشید صاحب ڈھاکہ، حاجی سراج الاسلام صاحب ڈھاکہ بنگلہ دیش، مولانا محمد مدنی صاحب دیوبند، مولانا محمد اسلام بارہ بنکی، مولانا مفتی عبدالغفار صاحب اندور وغیرہم۔

وفیـــــات:- ماہِ رواں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی ایصال ثواب کی اپیل ہے: مولانا محمد شفیق قاسمی مہتمم مدرسہ خلیلیہ سڈرہونظر پور مرادآباد، اہلیہ محترمہ وبرادر نسبتی حضرت مولانا عبدالرب صاحب قاسمی سابق مہتمم مدرسہ فرقانیہ گونڈہ، جناب حاجی محمد عمر صاحب لینس ساؤتھ افریقہ، محمد حنیف اکبر پور بہرائچ چچا مولوی زبیر احمد سفیر جامعہ، قمر جہاں والدہ مولانا محمد بلال صاحب، اہلیہ محترمہ جناب مولانا حسین احمد صاحب سکندر پور، جناب محمد ایوب صاحب بسیڑہ ضلع مظفر نگر، عبدالرؤف خاں ظہور پوروہ بہرائچ، جمال الدین ستورہ رامپور، محمد شفیق کٹیا بشنا پور گونڈہ، عتیق ضیاء ابن حافظ رفیق احمد صاحب مہتمم مدرسہ فیض العلوم مسجد کفر توڑ نگینہ بجنور، اشفاق حسین سیتاپور، مختار احمد بسواں سیتاپور، والدہ حاجی محمد رضوان چمپا نگر بھاگلپور، خدیجہ بیگم والدہ مولانا صلاح الدین صاحب اِمام چاند مسجد جعفرآباد دہلی، شمیم الدین اَرکٹہ بانکا بہار، بیگم اختر جہاں والدہ شمیم برادران ریپن اسٹریٹ کلکتہ، محمد طیب تمبور سیتاپور، خوش دامن عاقل ٹھیکے دار کرولہ، سروری بیگم اہلیہ مولانا مقصود علی جے پور چندن اُدے کندرکی، خسر شریف احمد پیتل نگری مرادآباد، حاجی عاشق حسین صدیقی ٹھاکردوارہ، والدہ حافظ شاہد صاحب ٹانڈہ حرمت نگر، حاجی عبداللہ ٹانڈہ بادلی، حاجی منصب علی صاحب مہتمم مدرسہ کاشف العلوم ڈونک پوری ٹانڈہ ضلع رامپور۔ ☐☐

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/2015 /17 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of Issue: 02/03/02/2017

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. RS/=30

الحمد للہ

ندائے شاہی کے مقبول و معروف، اور قابل فخر

نعت النبی ﷺ نمبر

کا نیا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

● سیرت طیبہ ﷺ، شمائل رسول ﷺ، دلائل نبوت ﷺ، اخلاق نبوت ﷺ درود شریف کی فضیلت، نعت کے آداب اور مناقب صحابہ ؓ وغیرہ پر ۲۴ قیمتی مضامین ● حمد خداوندی پر مشتمل ۳۷ نظمیں ● ۲۴ منتخب عربی نعتیں ● ۱۷ فارسی نعتیں ● ۴۰۲ اُردو نعتیں ● ۵۸ منقبتی نظمیں ● یعنی کل ۵۳۸ نظموں کا حسین گل دستہ ● اور ۲۴۴ شعراء و مضمون نگار حضرات کی کاوشوں کا خوبصورت مرقع ● عشق نبوی کے شراروں کا ذخیرہ ● بہترین ترتیب

☐ شاندار اور دیدہ زیب ٹائیٹل ☐ مضبوط جلد ☐ بہترین طباعت ☐ معیاری کتابت

صفحات : 656 قیمت: -/300 روپے، ندائے شاہی کے خریداروں کیلئے -/200 روپے

رابطہ : ماہنامہ ندائے شاہی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

MONTHLY- NIDA-E-SHAHI JAMIA QASMIA MADRASA SHAHI MORADABAD U.P. INDIA

MOB:.09410865194

ہندوستان کا مقبول دینی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاہی مراد آباد

● صحیح فکر ● صحیح رہنمائی ● مثبت نظریہ

● خود مطالعہ کریں ● دوستوں کو تحفہ میں پیش کریں ● ایک دینی تحریک کے حصہ دار بنیں

الحمد للہ! ندائے شاہی اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے

www.jamia qasmia-darul uloom-shahi.com

USAMA SAJID MOB: 8126462740

طابع و ناشر عبد الناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مراد آباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "ندائے شاہی" جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد سے شائع کیا